

باب سوم

خواتین کے حقوق

اسلام سے قبل عورت کا معاشرتی مقام

اسلام کی آمد سے قبل عورت بہت مظلوم اور معاشرتی و سماجی عزت و احترام سے محروم تھی۔ اسے تمام برائیوں کا سبب اور قابل نفرت تصور کیا جاتا تھا۔ اہل عرب کے عورت سے اس بدترین رویے کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا:

وَيَجْعَلُونَ لِلَّهِ مَا يَكْرَهُونَ ۖ (۱)

”اور وہ اللہ کے لئے وہ کچھ (یعنی بیٹیاں) ٹھہراتے ہیں جسے وہ خود ناپسند کرتے ہیں“

یعنی کفار مکہ اللہ کی بیٹیاں ہونے کا عقیدہ رکھتے تھے۔ دوسری آیت میں ہے:

وَيَجْعَلُونَ لِلَّهِ الْبَنَاتِ سُبْحَنَهُ وَلَهُمْ مَا يَشْتَهُونَ ۖ (۲)

”اور یہ لوگ خدا کے لئے تو بیٹیاں تجویز کرتے ہیں (حالانکہ) وہ ان سے

پاک ہے اور اپنے لئے وہ جو چاہیں (یعنی بیٹے)“

یعنی یہ لوگ فرشتوں کے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہونے کا عقیدہ رکھتے تھے جبکہ

انہیں خود بیٹیاں پسند نہ تھیں بلکہ بیٹے پسند تھے۔ (۳)

(۱) القرآن، النحل، ۱۶: ۶۲

(۲) القرآن، النحل، ۱۶: ۵۷

(۳) ۱۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۲: ۵۷۳

۲۔ طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، ۱۴: ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۶

۳۔ طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، ۲۷، ۶۱

۴۔ قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ۱۰: ۱۱۶

۵۔ محلی، تفسیر جلالین، ۳۵۳

قرآن حکیم کی ان آیات سے واضح ہے کہ زمانہ جاہلیت میں عورت کا مرتبہ ناپسندیدہ تھا وہ مظلوم اور ستائی ہوئی تھی اور ہر قسم کی بڑائی اور فضیلت مردوں کے لئے تھی اس میں عورتوں کا حصہ نہ تھا حتیٰ کہ عام معاملات زندگی میں بھی مرد اچھی چیزیں خود رکھ لیتے اور بے کار چیزیں عورتوں کو دیتے۔ اہل عرب کے اس طرز عمل کو قرآن حکیم یوں بیان کرتا ہے:

وَقَالُوا مَا فِي بُطُونِ هَذِهِ الْأَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُورِنَا وَ مُحَرَّمٌ عَلَىٰ
أَزْوَاجِنَا وَ إِنَّ يَكُنْ مَيْتَةً فَهُمْ فِيهِ شُرَكَاءُ سَيَجْزِيهِمْ وَ صَفَّهُمْ إِنَّهُ
حَكِيمٌ عَلِيمٌ ۝ (۱)

”اور وہ کہتے کہ جو ان جانوروں کے پیٹ میں ہے وہ خالص ہمارے مردوں کے لئے ہے ہماری عورتوں پر حرام ہے اور اگر (پیدا ہونے والا) جانور مرا ہوا ہو تو وہ سب اس میں شریک ہونگے عنقریب خدا ان کو ان کی (من گھڑت) باتوں کی سزا دے گا، بیشک وہ حکمت والا خوب جاننے والا ہے“

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اہل عرب مردوں کے لئے خاص چیز ’دودھ‘ ہے جو وہ اپنی عورتوں کے لئے حرام قرار دیتے تھے اور اُنکے مرد ہی اسے پیا کرتے تھے اسی طرح جب کوئی بکری نہ بچہ جنتی تو وہ ان کے مردوں کا ہوتا اور اگر بکری پیدا ہوتی تو وہ اسے ذبح نہ کرتے، یونہی چھوڑ دیتے تھے۔ اور اگر مردہ جانور ہوتا تو سب شریک ہوتے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایسا کرنے سے منع فرمادیا۔ (۲)

(۱) القرآن، الانعام، ۶: ۱۳۹

(۲) ۱۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۱۸۰، ۱۸۳

۲۔ طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، ۸: ۴۷، ۴۸، ۶۷

۳۔ طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، ۱۱: ۱۲۸

۴۔ قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ۶: ۳۳۸

۵۔ قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ۷: ۹۵، ۱۱۳

۶۔ قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ۸: ۷۴

۷۔ شافعی، احکام القرآن، ۲: ۱۰۱

ابو جعفر طبری نے اس آیت کی تفسیر میں سدی سے نقل کیا ہے:

فهذه الانعام ما ولد منها من حي فهو خالص للرجال دون النساء

و اما ما ولد من ميت فياكله الرجال و النساء۔ (۱)

”ان جانوروں سے زندہ پیدا ہونے والا بچہ خالص ان کے مردوں کے کھانے کے لئے ہوتا اور عورتوں کے لئے حرام ہوتا اور مردہ پیدا ہونے والے بچے کو مرد و عورت سب کھاتے، (اس طرح وہ مردوں کو ترجیح دیا کرتے تھے)۔“

۱۔ نو مولود بچیوں کو زندہ دفن کرنے کا رواج

دور جاہلیت میں مشرکین عورت کو کسی رتبے اور مقام کا اہل نہ سمجھتے تھے اس لئے وہ لڑکی پیدا ہونے پر غصہ ہوتے، حالانکہ وہ یہ جانتے تھے کہ نظام کائنات کے تحت شادیوں کے لئے لڑکی کی پیدائش ضروری ہے اس کے باوجود اس نظام کے خلاف اس حد تک چلے جاتے کہ اپنی بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیا کرتے تھے۔

قرآن کریم میں ان قوموں کے طرز عمل کے خلاف آیت اتری ہے کہ جب انکے ہاں کسی بچی کی ولادت ہوتی تو وہ غضبناک ہوتے تھے۔ قرآن کریم نے ان کی اس فتنج عادت کو اس طرح بیان کیا ہے:

وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُم بِالْأُنْثَىٰ ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ ۝ يَتَوَارَىٰ مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ أَيُمْسِكُهُ عَلَىٰ هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ أَلَّا سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ۝ (۲)

”اور جب ان میں سے کسی کو بچی کی ولادت کی خبر دی جاتی ہے تو اس کا چہرہ

(۱) ۱۔ طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، ۸: ۴۸

۲۔ بخاری، التاريخ الكبير، ۴: ۷، رقم: ۱۷۷۵

۳۔ شافعی، الام، ۲: ۲۳۳

۴۔ مالک، المدونة الکبریٰ، ۱۵: ۱۰۶

(۲) القرآن، النحل، ۱۶: ۵۸، ۵۹

سیاہ پڑ جاتا ہے اور وہ غصہ میں گھٹتا جاتا ہے ۵ وہ (بزعم خویش) اس ”بری خبر“ کے عار کی وجہ سے قوم سے چھپتا پھرتا ہے۔ وہ (سوچتا ہے کہ) آیا اس کو ذلت کی حالت میں لئے پھرے یا زندہ زمین میں دبا دے۔ خبردار کتنا برا خیال ہے جو وہ کرتے ہیں ۵“

لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کی رسم قبیح کو قرآن حکیم دوسرے مقام پر اس طرح بیان کرتا ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَإِذَا الْمَوْءُذَةُ سُئِلَتْ ۖ بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ ۖ (۱)

”اور جب زندہ فن کی گئی لڑکی سے پوچھا جائے گا ۵ کہ اسے کس جرم میں قتل کیا گیا ۵“

ابن کثیرؒ نے حضرت قیس بن عاصمؓ کا واقعہ بیان کیا ہے کہ قیس بن عاصم حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے اپنی بیٹیوں کو زمانہ جاہلیت میں زندہ فن کر دیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہر بیٹی کی طرف سے ایک غلام آزاد کر دو۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! میں بہت سے اونٹوں کا مالک ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تو ہر بیٹی کی طرف سے ایک اونٹ کی قربانی دو۔

ایک روایت کے مطابق انہوں نے زمانہ جاہلیت میں اپنی آٹھ بیٹیوں کو زندہ گاڑ دیا تھا آپ ﷺ نے فرمایا اگر تو چاہے تو ہر لڑکی کے بدلے ایک اونٹ قربان کر دے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ انہوں نے بارہ بیٹیوں کو زندہ گاڑنے کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے انہیں ہر ایک کے بدلے ایک غلام آزاد کرنے کی تلقین فرمائی (۲)۔ یعنی زمانہ جاہلیت میں لوگ لڑکیوں کو عاریا فقر کے ڈر سے زندہ فن کر دیتے تھے۔ (۳)

(۱) القرآن، سورۃ التکویر: ۸، ۹

(۲) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۴: ۸۷

(۳) ۱۔ طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، ۳۰: ۶۶

اللہ تعالیٰ نے قتل انسانی کی ممانعت کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبِّيَ عَلَيْكُمْ أَلَّا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَ
بِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ مِمَّنْ إِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَ
آبَاؤُكُمْ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطْنٌ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ
الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ذَلِكَمْ وَصَّكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ (۱)

”آپ ان سے کہئے کہ آؤ میں تم کو وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں جو تمہارے رب
نے تم پر حرام کی ہیں وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ۔ ماں
باپ کے ساتھ احسان کیا کرو۔ اور اپنی اولاد کو فقر کے ڈر سے قتل نہ کیا کرو۔
ہم تمہیں اور ان کو رزق دیں گے اور بے حیائی کے کام ظاہر ہوں یا پوشیدہ ان
کے پاس نہ جانا اور کسی جان کو جن کے قتل کو خدا نے حرام کر دیا ہے قتل نہ کرنا
مگر جائز طور پر ان باتوں کی وہ تمہیں تاکید کرتا ہے تاکہ تم عقل سے کام لو“

۲۔ زمانہ جاہلیت میں رائج شادی کے مختلف طریقے

شادی جو خاندانی زندگی کے قیام و تسلسل کا ادارہ ہے، اہل عرب کے ہاں اصول
و ضوابط سے آزاد تھا جس میں عورت کی عزت و عصمت اور عفت و تکریم کا کوئی تصور
کارفرما نہ تھا۔ اہل عرب میں شادی کے درج ذیل طریقے رائج تھے:

i- زواج البعولۃ

یہ نکاح عرب میں بہت عام تھا۔ اس میں یہ تھا کہ مرد ایک یا بہت سی عورتوں کا

.....۲۔ قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ۱۹: ۲۳۲

۳۔ شافعی، احکام القرآن، ۱: ۶۲۶

۴۔ شافعی، الام، ۶: ۳

۵۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۸: ۱۷

۶۔ ابن حزم، الاحکام فی اصول الاحکام، ۵: ۱۷۰

۷۔ ابن حزم، الاحکام فی اصول الاحکام، ۷: ۳۷۷

(۱) القرآن، الانعام، ۶: ۱۵۱

مالک ہوتا۔ بعولت (خاوند ہونا) سے مراد مرد کا ”عورتیں جمع کرنا“ ہوتا تھا اس میں عورت کی حیثیت عام مال و متاع جیسی ہوتی۔

ii- زواج البدل

بدلے کی شادی، اس سے مراد دو بیویوں کا آپس میں تبادلہ تھا۔ یعنی دو مرد اپنی اپنی بیویوں کو ایک دوسرے سے بدل لیتے اور اس کا نہ عورت کو علم ہوتا، نہ اس کے قبول کرنے، مہر یا ایجاب کی ضرورت ہوتی۔ بس دوسرے کی بیوی پسند آنے پر ایک مختصر سی مجلس میں یہ سب کچھ طے پا جاتا۔

iii- نکاح متعہ

یہ نکاح بغیر خطبہ، تقریب اور گواہوں کے ہوتا۔ عورت اور مرد آپس میں کسی ایک مدت مقررہ تک ایک خاص مہر پر متفق ہو جاتے اور مدت مقررہ پوری ہوتے ہی نکاح خود بخود ختم ہو جاتا تھا طلاق کی ضرورت بھی نہیں پڑتی تھی اور اس نکاح کے نتیجے میں پیدا ہونے والی اولاد ماں کی طرف منسوب ہوتی اسے باپ کا نام نہیں دیا جاتا تھا۔

iv- نکاح الحذن

دوستی کی شادی، اس میں مرد کسی عورت کو اپنے گھر بغیر نکاح، خطبہ اور مہر کے رکھ لیتا اور اس سے ازدواجی تعلقات قائم کر لیتا اور بعد ازاں یہ تعلق باہمی رضا مندی سے ختم ہو جاتا کسی قسم کی طلاق کی ضرورت نہیں تھی۔ اگر اولاد پیدا ہو جاتی تو وہ ماں کی طرف منسوب ہوتی۔

یہ طریقہ آجکل مغربی معاشرے میں بھی رائج ہے۔

v- نکاح الضغینہ

جنگ کے بعد مال اور قیدی ہاتھ لگتے اور جاہلیت میں فاتح کے لئے مفتوح کی عورتیں، مال وغیرہ سب مباح تھا یہ عورتیں فاتح کی ملکیت ہو جاتیں اور وہ چاہتا تو انہیں بیچ دیتا چاہتا تو یونہی چھوڑ دیتا اور چاہتا تو ان سے مباشرت کرتا یا کسی دوسرے شخص کو تحفہ میں دے دیتا، یوں ایک آزاد عورت، غلام بن کر بک جاتی۔ اس نکاح میں کسی خطبہ، مہر یا

ایجاب و قبول کی ضرورت نہ تھی۔

vi- نکاح شغار

وٹے سٹے کی شادی، یہ وہ نکاح تھا کہ ایک شخص اپنی زیر سرپرستی رہنے والی لڑکی کا نکاح کسی شخص سے اس شرط پر کر دیتا کہ وہ اپنی کسی بیٹی، بہن وغیرہ کا نکاح اس سے کرائے گا۔ اس میں مہر بھی مقرر کرنا ضروری نہ تھا اسلام نے اسکی بھی ممانعت فرمادی۔

vii- نکاح الاستبضاع

فائدہ اٹھانے کے لئے عورت مہیا کرنے کا نکاح، مراد یہ ہے کہ ایک شخص اپنی بیوی کو کسی دوسرے خوبصورت مرد کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارنے کے لئے بھیج دیتا اور خود اس سے الگ رہتا، تا کہ اسکی نسل خوبصورت پیدا ہو اور جب اسکو حمل ظاہر ہو جاتا تو وہ عورت پھر اپنے شوہر کے پاس آ جاتی۔

viii- نکاح الرہط

اجتماعی نکاح، اسکا مطلب یہ ہے کہ تقریباً دس آدمی ایک ہی عورت کے لئے جمع ہوتے اور ہر ایک اس سے مباشرت کرتا اور جب اس کے ہاں اولاد ہوتی تو وہ ان سب کو بلواتی اور وہ بغیر کسی پس و پیش کے آ جاتے پھر وہ جسے چاہتی (پسند کرتی یا اچھا سمجھتی) اسے کہتی کہ یہ بچہ تیرا ہے اور اس شخص کو اس سے انکار کرنے کی اجازت نہ ہوتی تھی۔

ix- نکاح البغایا

فاحشہ عورتوں سے تعلق، یہ بھی نکاح رہط سے ملتا جلتا ہے مگر اس میں دو فرق تھے، ایک تو یہ کہ اس میں دس سے زیادہ افراد بھی ہو سکتے تھے جبکہ نکاح رہط میں دس سے زیادہ نہ ہوتے تھے۔ دوسرے یہ کہ ان مردوں سے بچہ منسوب کرنا عورت کا نہیں بلکہ مرد کا کام ہوتا تھا۔

مذکورہ طریقہ ہائے زواج سے ثابت اور واضح ہوتا ہے کہ عورت کی زمانہ جاہلیت میں حیثیت مال و متاع کی طرح تھی اسے خریدا اور بیچا جاتا تھا۔ (۱)

(۱) ۱۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب النکاح، ۱۸۵-۱۸۲: ۹

۲۔ بخاری، الصحیح، ۱۹: ۵، رقم: ۴۸۳۴

مذکورہ محدثین کرام نے درج بالا اقسام نکاح میں سے بعض کو بیان کیا ہے۔

۳۔ بدکاری کے اعلانیہ اظہار کا رواج

قبل از اسلام اخلاقی اقدار کے انحطاط کا یہ عالم تھا کہ لوگ زمانہ جاہلیت میں زنا کا اقرار بھی کیا کرتے تھے اور زنا عربی معاشرے میں بڑے پیمانے پر عام تھا بلکہ بہت سے لوگ عورت کو زنا پر مجبور بھی کیا کرتے تھے۔ مگر اسلام نے اسکی ممانعت کر دی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تُكْرِهُوا فَتِيْلَتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ إِنْ أَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوا عَرَضَ الْحَيَوةِ الدُّنْيَا۔ (۱)

”اور اپنی باندیوں کو بدکاری پر مجبور نہ کرو (خصوصاً) جب وہ پاکدامن رہنا چاہیں کہ تم دنیاوی زندگی کا سامان کماؤ۔“

اس آیت کا شان نزول یہ تھا کہ عبداللہ بن ابی بن سلول اپنی باندیوں کو بدکاری پر مجبور کیا کرتا تھا کہ مال کمائے اور ان کے ذریعے اپنی بڑائی حاصل کرے۔ اسی طرح زمانہ جاہلیت میں عربوں کی بیویوں کی کوئی تعداد متعین نہ تھی اور عرب ایک سے زائد شادیاں کرتے تھے اور اسکے ذریعے اپنی بڑائی کا اظہار کرتے۔ مگر اسلام نے چار بیویوں کی تعداد مقرر کر دی اسی طرح اسلام نے تعدد ازواج کے لئے بھی شرائط مقرر کیں۔

ارشاد ربانی ہے:

وَأِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَمَلِ فَإِنكُمُ مَّا طَابَ لَكُمْ مِّنْ

.....۳۔ ابوداؤد، السنن، ۲: ۲۸۱، رقم: ۲۲۷۲

۴۔ دارقطنی، السنن الکبریٰ، ۷: ۱۱۰

۵۔ بیہقی، السنن، الکبریٰ، ۷: ۱۱۰

۶۔ قرطبی، الجامع لأحكام القرآن، ۳: ۱۲۰

۷۔ قرطبی، الجامع لأحكام القرآن، ۳: ۱۲۰

(۱) القرآن، النور، ۲۴: ۳۳

النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَ ثُلَاثَ وَ رُبْعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا
مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَلِكَ أَدْنَىٰ أَلَّا تَعُولُوا ۝ (۱)

”اگر تم کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف نہ کر
سکو گے تو اور عورتوں سے جو تم کو پسند ہوں نکاح کر لو، دو عورتوں سے تین
تین عورتوں سے اور چار چار عورتوں سے (مگر یہ اجازت عدل سے مشروط
ہے) پس اگر تم کو احتمال ہو کہ عدل نہ رکھو گے تو پھر ایک ہی عورت سے نکاح
کرو یا جو کنیزیں (شرعاً) تمہاری ملک میں ہوں، یہ بات اس سے قریب تر ہے
کہ تم سے ظلم نہ ہو“

۴۔ زمانہ جاہلیت میں عورت کی حق ملکیت سے محرومی

زمانہ جاہلیت میں عورت کو کسی چیز کی مالک بننے کا حق حاصل نہ تھا۔ عورتوں کو
کوئی وارثت نہ ملتی تھی، صرف مردوں کو وارث بننے کا حق حاصل تھا، اس پر ان کی دلیل یہ
تھی کہ وہ ہتھیار اٹھاتے ہیں، قبیلوں کا دفاع کرتے ہیں اور اس معاشرے میں عورتوں کو
محض میراث سے محروم کرنے پر اکتفاء نہ کیا گیا، بلکہ وہ عورت کو بھی وارثت میں سامان کی
طرح بانٹ دیتے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب عورت کا شوہر مر جاتا تو
شوہر کے ورثاء اس عورت کے حقدار ہوتے، اگر وہ چاہتے تو ان میں سے کوئی اس سے
شادی کر لیتا تھا یا جس سے چاہتے اُسی سے اس کی شادی کرا دیتے اور چاہتے تو نہ
کراتے۔ اس طرح عورت کے سسرالی اُس کے میسے والوں سے زیادہ اس پر حق رکھتے
تھے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرِهًا وَلَا
تَعْضُلُوهُنَّ لِتَذْهَبُوا بِبَعْضِ مَا آتَيْنَهُنَّ ۚ (۲)

(۱) القرآن، النساء، ۴: ۳

(۲) القرآن، النساء، ۴: ۱۹

”اے ایمان والو! تم کو یہ بات حلال نہیں کہ عورتوں کے (مال یا جان کے) جبراً مالک ہو جاؤ اور اس نیت سے کہ جو کچھ تم نے ان کو دیا ہے اس میں سے کچھ لے لو، اُنہیں مت روک رکھنا۔“ (۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب کوئی شخص مر جاتا اور اُس کی باندی ہوتی تو اس کا کوئی دوست اس باندی پر کپڑا ڈال دیتا، اب کوئی دوسرا شخص اس باندی پر دعویٰ نہیں کر سکتا تھا یہ شخص اگر وہ باندی خوبصورت ہوتی تو اس سے شادی کر لیتا اور اگر بد بخت ہوتی تو اسے اپنے پاس تاحیات روک رکھتا۔ (۲)

ایک اور روایت میں ہے کہ جب کوئی شخص مر جاتا تو اُس کے دوستوں میں سے کوئی اُس کی عورت پر کپڑا ڈال دیتا اور اُس کے نکاح کا وارث بن جاتا، اس کے علاوہ کوئی اس سے شادی نہ کر سکتا تھا وہ عورت اسی کے پاس محبوس رہتی تا وقتیکہ فدیہ دے کر

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۴: ۱۶۷۰، رقم: ۴۳۰۳

۲۔ بخاری، الصحیح، ۶: ۲۵۴۸، رقم: ۶۵۴۹

۳۔ ابوداؤد، السنن، ۲: ۲۳۰، رقم: ۲۰۸۹

۴۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۶: ۳۲۱

۵۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۷: ۱۳۸

۶۔ طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، ۴: ۳۰۵

۷۔ قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ۵: ۹۴

۸۔ عسقلانی، فتح الباری، ۸: ۲۴۷

۹۔ مزی، تہذیب الکمال، ۲۰: ۱۳۱

(۲) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۱: ۴۶۵

۲۔ طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، ۴: ۳۰۷

۳۔ عسقلانی، فتح الباری، ۸: ۲۴۷

۴۔ شمس الحق، عون المعبود، ۶: ۸۰

اپنی جان چھڑانہ لے۔ (۱)

یہ زمانہ جاہلیت کی عورت کا حال تھا، اس معاشرے میں گنتی کی چند عورتیں ہی ایسی تھیں جنہیں مالک بننے کا حق ملا اور وہ جائداد کی مالک تھیں، جیسے کہ حضور اکرم ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا۔ یہ اپنی تجارت کی بھی مالک تھیں، لیکن یہ انفرادی واقعہ ہے، من حیث المجموع جاہلیت کے معاشرے میں عورت کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔

مغربی معاشرہ اور عورت

اسلام کی آمد سے قبل عورت المناک صورت حال سے دوچار تھی جس سے اسے اسلام نے آزادی عطا کی۔ یہ امر کہ عورت کے حقوق کا تحفظ اسلام کے عطا کردہ ضابطوں سے ہی ہوسکتا ہے، مغربی معاشرے میں عورت کی حالت کے مشاہدہ سے بھی پایہ ثبوت کو پہنچ جاتا ہے۔ عورت کے حقوق کے تحفظ کا مفہوم انفرادی، معاشرتی، خاندانی اور عالمی سطح پر عورت کو ایسا تقدس اور احترام فراہم کرنا ہے جس سے معاشرے میں اس کے حقوق کے حقیقی تحفظ کا اظہار بھی ہو اگر ہم حقائق اور اعداد و شمار کی روشنی میں مغربی معاشرے میں عورت کے حقوق کا جائزہ لیں تو انتہائی مایوس کن صورت حال سامنے آتی ہے۔ خاندان جو کسی بھی معاشرے میں انسان کے تحفظ و نشو و نما کی اکائی کی حیثیت رکھتا ہے عورت کے تقدس کے عدم احترام کے باعث مغربی معاشرے میں شکست و ریخت کا شکار ہے۔ جس کا لازمی شکار عورت ہی بنتی ہے۔ امریکہ کے صرف 1993ء کے اعداد و شمار کے مطابق:

- 1- 2.3 ملین ہونے والی شادیوں میں سے 1.3 ملین طلاق پر منتج ہوئیں۔
- 2- ان حالات کے پیش نظر محکمہ مردم شماری (Bureau of Census) نے پیش گوئی کی کہ ہر 10 میں سے 4 شادیوں کا انجام طلاق ہوگا۔
- 3- ملک میں ہونے والی 60% طلاقیں 25 سے 39 سال کی عمر کے جوڑوں میں ہوتی ہیں۔

(۱) ۱۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۱: ۴۶۶

۲۔ طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، ۴: ۳۰۷

- 4- صرف ایک سال میں ان طلاقوں سے ایک ملین بچے متاثر ہوئے
- 5- عموماً طلاق کے بعد 75% سے 80% افراد دوبارہ شادی کرتے ہیں حتیٰ کہ ملک کے اکثر لوگ دوسری یا تیسری شادی کے ساتھ زندگی گزار رہے ہیں۔ جن کی طلاق کا امکان پہلے سے کہیں زیادہ ہوتا ہے۔^(۱)
- مغربی معاشرے میں طلاق کی شرح کا کچھ اندازہ درج ذیل اعداد و شمار سے بھی کیا جاسکتا ہے۔

امریکہ کے مختلف علاقوں میں شرح طلاق (۲)

علاقہ	94	95	96	97	98
	شادی/طلاق	شادی/طلاق	شادی/طلاق	شادی/طلاق	شادی/طلاق
Ohio	$\frac{92151}{50235}$	$\frac{88964}{48226}$	$\frac{83851}{44918}$	$\frac{84913}{47427}$	$\frac{84928}{46596}$
Franklin	$\frac{8888}{5194}$	$\frac{9479}{4904}$	$\frac{9198}{4727}$	$\frac{9164}{4945}$	$\frac{7765}{4569}$
Hamilton	$\frac{6137}{2954}$	$\frac{6359}{2906}$	$\frac{5914}{2504}$	$\frac{5968}{2531}$	$\frac{5583}{2975}$
Miami	$\frac{889}{589}$	$\frac{903}{530}$	$\frac{725}{518}$	$\frac{461}{517}$	$\frac{813}{459}$
Montgomery	$\frac{4685}{2854}$	$\frac{4598}{2830}$	$\frac{4393}{2823}$	$\frac{4168}{2691}$	$\frac{4084}{1766}$
Richland	$\frac{1052}{655}$	$\frac{1064}{639}$	$\frac{1033}{556}$	$\frac{976}{645}$	$\frac{1020}{648}$
Washington	$\frac{611}{300}$	$\frac{575}{329}$	$\frac{598}{328}$	$\frac{578}{311}$	$\frac{581}{317}$

- (1) www.divorcenter.org/faqs/stats.htm, 15 March 2002, 0200 PST.
- (2) i. www.odh.state.oh.us/Data/whare/mardiv/MGlace.htm, 15 March 2002, 0200 PST.
- ii. www.odh.state.oh.us/Data/whare/mardiv/MGlace.htm, 15 March 2002, 0200 PST.

دیگر ممالک میں شرح طلاق (1996ء)

آسٹریلیا: 106,100 شادیوں سے 52,500 طلاق پر منتج ہوئیں۔

کیوبا: شرح طلاق %75 ہے۔

فرانس: 117,716 طلاقیں ہوئیں جن میں سے %95 کا مطالبہ عدم تحفظ حقوق کے سبب سے خود خواتین نے کیا۔

سکاٹ لینڈ: 29,611 شادیوں سے 12,222 طلاق کا شکار ہوئیں۔

سوئٹزرلینڈ: 38,500 شادیوں سے 17,800 طلاق کا شکار ہوئیں۔^(۱)

Statistical Abstract of USA کے مطابق امریکہ کی مختلف ریاستوں

میں شرح طلاق ہر آنے والے سال میں اضافہ پذیر رہی۔ طلاق کی اس اندوہ ناک صورت حال سے متاثر ہونے والے افراد کی اکثریت کا تعلق نوجوانوں سے ہے۔ مگر 1998 میں ہونے والی طلاقیں میں %11.8 خواتین 20 سال سے کم، %55.7 خواتین 20 سے 29 سال کے درمیان، %25.8 خواتین 30 سے 44 سال کے درمیان اور %6.8 خواتین 45 سال سے زائد عمر کی ہیں اور ہر آنے والے سال میں شرح طلاق اضافہ پذیر رہی:

طلاقیں کی تعداد	سال
385,000	1950
393,000	1960
709,000	1970
1,189,000	1980
(r)1,175,000	1990

مغربی معاشرے کے خاندانی ڈھانچے کی شکست و ریخت کی اتنی اہم صورت

(1) www.divorcemag.com/statistics/statsworld.shtml, 15 March 2002 0200 PST.

(2) www.ifas.org/fw/9607/statistics.html, 15 March 2002, 0200PST.

حال کو بیان کرتے ہوئے لاس اینجلس ٹائمز نے اپنی 27 مئی 1996 کی اشاعت (ص 16A) میں لکھا کہ 1994 میں 1.2 ملین امریکی شادیاں طلاق کا شکار ہوئیں جو 1960 کی تعداد کا تین گنا ہیں۔ (۱)

طلاق کی اتنی بلند شرح کے اثرات صرف نوجوانوں پر ہی نہیں بلکہ بچوں پر بھی نمایاں ہیں۔ National Center for Health Statistics کے 1988 کے جائزے کے مطابق Single-Parents خاندانوں (طلاق یافتہ اور بغیر شادی کے بننے والے والدین) کے بچے عدم دلچسپی کے باعث سکول کی تعلیم سے محروم رہتے ہیں اور لڑکیاں زندگی کی دوسری دہائی میں ہی حاملہ ہو جاتی ہیں جبکہ اکثر منشیات کے عادی بھی ہیں۔ (۲)

معروف سماجی سائنسدان Nicholas Nill نے 1993ء میں ایک رپورٹ میں لکھا کہ طلاق یافتہ والدین کے بچے نہ صرف اقتصادی مشکلات کا شکار رہتے ہیں بلکہ تعلیم کی محرومی اور نفسیاتی پیچیدگیوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ لاس اینجلس کے ایک عوامی سروے کے مطابق 69% امریکی طلاق کے مضر اثرات کے ازالہ کی سبیل مستحکم خاندانی نظام کو قرار دیتے ہیں۔ (۳)

بچوں پر طلاق کے اثرات صرف تعلیمی، نفسیاتی یا اقتصادی ہی نہیں۔ سماجی سائنسدان Sara S. McLanahan کے مطابق وہ لڑکیاں جو اپنا بچپن اور لڑکپن طلاق یافتہ والدہ کے ساتھ گزارتی ہیں مستقبل میں ان کے اسی منہج پر زندگی گزارنے کے 100% سے 150% تک امکانات دیکھے گئے ہیں۔ (۴)

(1) calvarychapel.com/library/Reference/Social/DivorceStatistics.htm, 15 March 2002, 0200 PST.

(2) calvarychapel.com/library/Reference/Social/DivorceStatistics.htm, 15 March 2002, 0200 PST.

(3) calvarychapel.com/library/Reference/Social/DivorceStatistics.htm, 15 March 2002, 0200 PST.

(4) www.divorcereform.org/black.html, 15 march 2002, 0200 PST.

مغربی معاشرے کی عورت صرف سماجی یا معاشرتی سطح پر ہی انحطاط کا شکار نہیں بلکہ ظاہراً معاشی و اقتصادی آزادی کی حامل ہوتے ہوئے بھی استحصال سے دوچار ہے۔ اقوام متحدہ کی ایک رپورٹ میں مغربی عورت کی معاشی و اقتصادی حالت کا جائزہ یوں پیش کیا گیا:

Women constitute half the world's population, perform nearly two third of its work hours, recieve 1/10th of the world's income, & own less than one hundredth of the world's property.(1)

”دنیا کی آدھی آبادی عورتوں پر مشتمل ہے، دنیا کے دو تہائی کام کے گھنٹوں میں عورت کام کرتی ہے مگر اسے دنیا کی آمدنی کا دسواں حصہ ملتا ہے۔ اور وہ دنیا کی املاک کے سوویں حصہ سے بھی کم کی مالک ہے۔“

اسلام میں عورت کا مقام

اسلام کی آمد عورت کے لئے غلامی، ذلت اور ظلم و استحصال کے بندھنوں سے آزادی کا پیغام تھی۔ اسلام نے ان تمام قبیح رسوم کا قلع قمع کر دیا جو عورت کے انسانی وقار کے منافی تھیں اور عورت کو وہ حقوق عطا کیے جس سے وہ معاشرے میں اس عزت و تکریم کی مستحق قرار پائی جس کے مستحق مرد ہیں۔

یہاں ہم اسلام کے قائم کردہ معاشرے میں عورت کی تکریم و منزلت کا جائزہ پیش کرتے ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے تخلیق کے درجے میں عورت کو مرد کے ساتھ ایک ہی مرتبہ میں رکھا ہے، اسی طرح انسانیت کی تکوین میں عورت مرد کے ساتھ ایک ہی مرتبہ میں ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَ خَلَقَ

(1) UN Report 1980 quoted in Contemporary Political Ideologies: Roger Eatwell & Anthony Wright, Westview Press, San Francisco, 1993 .

مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا (۱)

”اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا فرمایا پھر اسی سے اس کا جوڑ پیدا فرمایا۔ پھر ان دونوں میں سے بکثرت مردوں اور عورتوں (کی تخلیق) کو پھیلا دیا۔“

۲۔ عورت پر سے دائمی معصیت کی لعنت ہٹا دی گئی اور اس پر سے ذلت کا داغ دور کر دیا گیا کہ عورت اور مرد دونوں کو شیطان نے وسوسہ ڈالا تھا، جس کے نتیجے میں وہ جنت سے اخراج کے مستحق ہوئے تھے جبکہ عیسائی روایات کے مطابق شیطان نے حضرت حواء علیہا السلام کو بہکا دیا اور یوں حضرت حواء علیہا السلام حضرت آدم علیہ السلام کے بھی جنت سے اخراج کا سبب بنیں۔ قرآن حکیم اس باطل نظریہ کا رد کرتے ہوئے فرماتا ہے:

فَازْلَهُمَا الشَّيْطَانُ عَنْهَا فَأَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيهِ (۲)

”پھر شیطان نے انہیں اس جگہ سے ہلا دیا اور انہیں اُس (راحت کے) مقام سے، جہاں وہ تھے، الگ کر دیا۔“

۳۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں اجر کا استحقاق برابر قرار پایا۔ ان دونوں میں سے جو کوئی بھی کوئی عمل کرے گا، اسے پوری اور برابر جزاء ملے گی، ارشادِ ربانی ہے:

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ أَنثَىٰ بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ (۳)

”ان کے رب نے ان کی التجا کو قبول کر لیا (اور فرمایا) کہ میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کے عمل کو ضائع نہیں کروں گا، چاہے وہ مرد ہو یا عورت۔“

۴۔ عورت کو زندہ زمین میں گاڑے جانے سے خلاصی ملی۔ یہ وہ بری رسم تھی جو احترامِ انسانیت کے منافی تھی۔

۵۔ اسلام عورت کے لئے تربیت اور نفقہ کے حق کا ضامن بنا کہ اسے روٹی، کپڑا،

(۱) القرآن، النساء، ۴:۱

(۲) القرآن، البقرہ، ۲:۳۶

(۳) القرآن، آل عمران، ۳:۱۹۵

مکان، تعلیم اور علاج کی سہولت ”ولی الامر“ کی طرف سے ملے گی۔
 ۶۔ عورت کی تذلیل کرنے والے زمانہ جاہلیت کے قدیم نکاح جو درحقیقت زنا تھے، اسلام نے ان سب کو باطل کر کے عورت کو عزت بخشی۔
 اب ہم ان حقوق کا جائزہ لیتے ہیں جو اسلام نے عورت کو مختلف حیثیتوں میں عطا کئے۔

۱۔ عورت کے انفرادی حقوق

۱۔ عصمت و عفت کا حق

معاشرے میں عورت کی عزت و احترام کو یقینی بنانے کے لئے اس کے حق عصمت کا تحفظ ضروری ہے۔ اسلام نے عورت کو حق عصمت عطا کیا اور مردوں کو بھی پابند کیا کہ وہ اس کے حق عصمت کی حفاظت کریں:

قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ذَلِكَ أَزْكَى لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ (۱)

” (اے رسول مکرم!) مومنوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ یہ ان کے لئے پاکیزگی کا موجب ہے۔ اللہ اس سے واقف ہے، جو کچھ وہ کرتے ہیں۔“

”فرج“ کے لغوی معنی میں تمام ایسے اعضاء شامل ہیں، جو گناہ کی ترغیب میں معاون ہو سکتے ہیں، مثلاً آنکھ، کان، منہ، پاؤں اور اس لئے اس حکم کی روح یہ قرار پاتی ہے کہ نہ بری نظر سے کسی کو دیکھو، نہ فحش کلام سنو اور نہ خود کہو، اور نہ پاؤں سے چل کر کسی ایسے مقام پر جاؤ، جہاں گناہ میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ ہو۔ اس کے بعد عورتوں کو حکم ہوتا ہے:

وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهُنَّ (۲)

(۱) القرآن، النور، ۲۴: ۳۰

(۲) القرآن، النور، ۲۴: ۳۱

”اور (اے رسول مکرم!) مومنہ عورتوں سے کہہ دو کہ (مردوں کے سامنے آنے پر) وہ اپنی نظریں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت و آرائش کی نمائش نہ کریں سوائے جسم کے اس حصہ کو جو اس میں کھلا ہی رہتا ہے۔“

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِيَسْتَأْذِنَكُمْ الَّذِينَ مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ وَالَّذِينَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ مِنْ قَبْلِ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَحِينَ تَصُومُونَ ثِيَابَكُمْ مِنَ الظَّهِيرَةِ وَمِنْ بَعْدِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ ثَلَاثُ عَوْرَاتٍ لَكُمْ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌ بَعْدَهُنَّ طَوْفُؤْنَ عَلَيْكُمْ بِعُضْرِكُمْ عَلَى بَعْضٍ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ الْآيَاتِ ط وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝ (۱)

”اے ایمان والو! چاہیے کہ تمہارے زیر دست (غلام اور باندیاں) اور تمہارے ہی وہ بچے جو (ابھی) جوان نہیں ہوئے (تمہارے پاس آنے کے لئے) تین مواقع پر تم سے اجازت لیا کریں: (ایک) نماز فجر سے پہلے، اور (دوسرے) دوپہر کے وقت جب تم (آرام کے لئے) کپڑے اتارتے ہو اور (تیسرے) نماز عشاء کے بعد (جب تم خواب گاہوں میں چلے جاتے ہو)، (یہ) تین (وقت) تمہارے پردے کے ہیں، ان (اوقات) کے علاوہ نہ تم پر کوئی گناہ ہے اور نہ ان پر (کیونکہ بقیہ اوقات میں وہ) تمہارے ہاں کثرت کے ساتھ ایک دوسرے کے پاس آتے جاتے رہتے ہیں، اسی طرح اللہ تمہارے لئے آیتیں واضح فرماتا ہے، اور اللہ خوب جاننے والا حکمت والا ہے ۝“

اسلام نے قانون کے نفاذ میں بھی عورت کے اس حق کو متحضر رکھا۔ خلفائے راشدین کا طرز عمل ایسے اقدامات پر مشتمل تھا جن سے نہ صرف عورت کے حق عصمت کو مجروح کرنے والے عوامل کا تدارک ہوا بلکہ عورت کی عصمت و عفت کا تحفظ بھی یقینی ہوا۔

ایک شخص حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ میرے ایک مہمان نے میری ہمیشہ کی آبروریزی کی ہے اور اسے اس پر مجبور کیا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے اس شخص سے پوچھا اس نے جرم کا اعتراف کر لیا۔ اس پر آپ نے حد زنا جاری کر کے اسے ایک سال کے لئے فک کی طرف جلا وطن کر دیا۔ لیکن اس عورت کو نہ تو کوڑے لگائے اور نہ ہی جلا وطن کیا کیونکہ اسے اس فعل پر مجبور کیا گیا تھا۔ بعد میں حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے اس خاتون کی شادی اسی مرد سے کر دی۔ (۱)

اسی طرح کا ایک اور واقعہ یوں مذکور ہے:

استفاف رجل ناسا من هذيل فأرسلوا جارية لهم تحطب
فأعجبت الضعيف فتبعها فأرادها على نفسها متنت فعار كها
ساعة فانفلتت منه انفلاتة فرمته بحجر ففقت كبده فمات ثم
جاءت إلى أهلها فأخبرتهم فذهب أهلها إلى عمرا فأخبروه
فأرسل عمر فوجد أثارهما فقال عمر قتيل الله لا يورى أبلا (۲)

-
- (۱) ہندی، کنز العمال، ۵: ۴۱۱
- (۲) ۱۔ عبدالرزاق، المصنف، ۹: ۴۳۵
- ۲۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۱: ۱۶۶، رقم: ۱۵۴
- ۳۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۵: ۴۳۱، رقم: ۲۷۷۹۳
- ۴۔ خلال، السنۃ، ۱: ۱۶۶، رقم: ۱۵۴
- ۵۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۸: ۳۳۷
- ۶۔ ابن عبدالبر، التمهید، ۲۱: ۲۵۷
- ۷۔ ابن حزم، المحلی، ۸: ۲۵
- ۸۔ ابن قدامہ، المغنی، ۹: ۱۵۴
- ۹۔ عسقلانی، تلخیص الحیر، ۴: ۸۶، رقم: ۱۸۱۷
- ۱۰۔ انصاری، خلاصۃ البدر المنیر، ۲: ۳۳۲، رقم: ۲۴۸۸

”ایک شخص نے ہذیل کے کچھ لوگوں کی دعوت کی اور اپنی باندی کو لکڑیاں کاٹنے کے لیے بھیجا۔ مہمانوں میں سے ایک مہمان کو وہ پسند آگئی اور وہ اس کے پیچھے چل پڑا اور اس کی عصمت لوٹنے کا طلب گار ہوا لیکن اس باندی نے انکار کر دیا۔ تھوڑی دیر ان دونوں میں کشمکش ہوتی رہی۔ پھر وہ اپنے آپ کو چھڑانے میں کامیاب ہوگئی اور ایک پتھر اٹھا کر اس شخص کے پیٹ پر مار دیا جس سے اس کا جگر پھٹ گیا اور وہ مر گیا۔ پھر وہ اپنے گھر والوں کے پاس پہنچی اور انہیں واقعہ سنایا۔ اس کے گھر والے اسے حضرت عمرؓ کے پاس لے کر گئے اور آپ سے سارا واقعہ بیان کیا۔ حضرت عمرؓ نے معاملہ کی تحقیق کے لیے کچھ لوگوں کو بھیجا اور انہوں نے موقع پر ایسے آثار دیکھے، جس سے دونوں میں کشمکش کا ثبوت ملتا تھا۔ تب حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اللہ نے جسے مارا ہے اس کی دیت کبھی نہیں دی جاسکتی۔“

ii۔ عزت اور رازداری کا حق

معاشرے میں عورتوں کی عزت اور عفت و عصمت کی حفاظت ان کے رازداری کے حق کی ضمانت میں ہی مضمر ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے خواتین کو رازداری کا حق عطا فرمایا اور دیگر افراد معاشرے کو اس حق کے احترام کا پابند کیا۔ قرآن حکیم میں ارشاد ربانی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْذِنُوا وَ تَسَلِّمُوا عَلَى أَهْلِهَا ذَلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ۚ فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا فِيهَا أَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوهَا حَتَّى يُؤْذَنَ لَكُمْ وَإِنْ قِيلَ لَكُمْ ارْجِعُوا فَارْجِعُوا هُوَ أَزْكَى لَكُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ (۱)

”اے لوگو، جو ایمان لائے ہو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں اس وقت تک داخل نہ ہوا کرو جب تک (اس امر کی) اجازت نہ لے لو اور اہل

خانہ پر سلام کہو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے کہ تم ان باتوں سے نصیحت حاصل کرو اور اگر گھر میں کوئی نہ ہو تو ان میں داخل نہ ہو، جب تک تمہیں (اندر جانے کی) اجازت نہ ملے اور اگر تم سے لوٹ جانے کو کہا جائے تو لوٹ جاؤ۔ یہ تمہارے لئے زیادہ پاکیزگی کا موجب ہے۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو، اللہ اس سے خوب واقف ہے۔“

خود حضور نبی اکرم ﷺ کا یہی دستور تھا کہ جب آپ ﷺ کسی کے ہاں جاتے تو باہر سے السلام علیکم فرماتے، تاکہ صاحب خانہ کو معلوم ہو جائے اور وہ آپ کو اندر آنے کی اجازت دے دے۔ اگر پہلی بار کوئی جواب نہ ملتا تو دوسری مرتبہ السلام علیکم کہتے۔ اگر اب بھی کوئی جواب نہ ملتا تو تیسری مرتبہ پھر یہی کرتے اور اس کے بعد بھی جواب نہ ملنے پر واپس تشریف لے جاتے۔

آپ ﷺ ایک مرتبہ سعد بن عبادہ ؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ حسب معمول السلام علیکم کہا۔ سعد نے جواب میں آہستہ سے علیکم السلام کہا جو آپ سن نہ سکے۔ اسی طرح تینوں بار ہوا۔ آخر جب آپ ﷺ یہ خیال کر کے واپس جانے لگے کہ غالباً گھر میں کوئی نہیں تو حضرت سعد دوڑ کر آئے اور آپ ﷺ کو ساتھ لے گئے اور عرض کیا:

یا رسول اللہ! إني كنت أسمع تسليمك و أرد عليك ردًا خفيًا

لتكثرن علينا من السلام۔ (۱)

”حضور ﷺ میں نے جواب تو دیا تھا لیکن آہستہ سے، میں یہ چاہتا تھا کہ آپ زیادہ سے زیادہ بار ہمارے لئے دُعا کریں (کیونکہ السلام علیکم بھی سلامتی کی دُعا

(۱) ۱۔ ابوداؤد السنن، ۴: ۳۴۷، رقم: ۵۱۸۵

۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۴۲۱

۳۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۸: ۲۵۳، رقم: ۹۰۲

۴۔ بیہقی، شعب الایمان، ۶: ۴۳۹، رقم: ۸۸۰۸

۵۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۳: ۲۸۰

”ہے۔“

انہی معنوں میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا:

”إذا استاذن احدكم ثلاثا فلم يؤذن له فليبرج (۱)
”جب تم میں سے کوئی شخص (کسی کے گھر میں داخل ہونے کے لئے) تین مرتبہ اجازت طلب کرے اور اس کو اجازت نہ ملے تو چاہیے کہ واپس چلا آئے۔“

آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر سلام کے جواب میں صاحب خانہ مکان کے اندر سے نام وغیرہ پوچھے تو فوراً اپنا نام بتانا چاہیے۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کے پاس گیا اور اندر آنے کی اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے اندر سے پوچھا کون ہے؟ میں نے عرض کیا میں ہوں۔ اس پر آپ ﷺ نے ناگواری سے فرمایا: ”میں ہوں، میں ہوں“ اور باہر تشریف لے آئے، گویا آپ ﷺ نے محض ”میں ہوں“ جواب دینے کو ناپسند فرمایا۔ (۲)

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۳۰، رقم: ۵۸۹۱

۲۔ مسلم، الصحیح، ۳: ۱۶۹، رقم: ۲۱۵۳

۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۳۹۸

۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۳: ۱۲۲، رقم: ۵۸۰۶

۵۔ طیالسی، المسند، ۱: ۷۰، رقم: ۵۱۸

۶۔ حمیدی، المسند، ۲: ۳۲۱، رقم: ۷۳۴

۷۔ ابویعلیٰ، المسند، ۲: ۲۶۹، رقم: ۹۸۱

۸۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲: ۱۶۸، رقم: ۱۶۸۷

۹۔ بیہقی، السنن، ۸: ۳۳۹، رقم: ۳۹

۱۰۔ شیبانی، الآحاد والثنائی، ۴: ۴۴۹، رقم: ۲۵۰۲

(۱) بخاری، الصحیح، ۵: ۲۳۰، رقم: ۵۸۹۱

اس میں تعلیم یہ ہے کہ پوچھنے پر اپنا نام بتانا چاہیے، محض ”میں ہوں“ کہنے سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کون ہے؟ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جب اندر سے کوئی جواب نہیں ملتا تو متجسس لوگ ادھر ادھر جھانکنے لگتے ہیں۔ آپ ﷺ نے اس طرح کسی دوسرے کے گھر میں جھانکنے سے منع فرمایا، کیونکہ اس سے اجازت طلب کرنے کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص اس طرح جھانکے اور صاحب خانہ اسے سزا دینے کے لئے اسے کنکری یا پتھر مار دے جس سے جھانکنے والے کی آنکھ پھوٹ جائے یا اسے کوئی زخم پہنچ جائے تو صاحب مکان بری الذمہ ہے اور جھانکنے والے کو قصاص نہیں دیا جائے گا۔ (۱)

کسی کے گھر میں اجازت لے کر داخل ہونے کے اس عام حکم کے بعد فرمایا کہ تم کسی کے گھر سے کوئی چیز طلب کرنا چاہو تو تمہارا فرض ہے کہ پردے کے پیچھے سے سوال کرو تا کہ ایک دوسرے کا سامنا نہ کرنا پڑے جو دونوں کے لئے اخلاقی لحاظ سے اچھا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ ذَلِكُمْ أَطْهَرُ
لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ۔ (۲)

”اور جب تم عورتوں سے کوئی چیز طلب کرو تو ان سے پردے کے باہر سے مانگ لو۔ یہ تمہارے دلوں کے لئے اور ان کے دلوں کے لئے زیادہ پاکیزگی کا موجب ہے۔“

عورتوں کے حق رازداری و عصمت و عفت کی حفاظت کے لئے پردہ کے احکام آئے۔ قرآن حکیم میں خواتین کو اپنی نگاہیں نیچی رکھنے اور اپنی آرائش و زیبائش کو افشا نہ کرنے کی تعلیم دے کر اس پاکیزگی معاشرت کی بنیاد رکھی گئی جو خواتین کے حق رازداری و عصمت و عفت کی حفاظت کو یقینی بنا سکتی ہے:

وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَعْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَ يَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا

(۱) بخاری، الصحیح، ۵: ۲۳۰۴، رقم: ۵۸۸۸

(۲) القرآن، الاحزاب، ۳۳: ۵۳

يُبْلِيْنَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ
وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ آبَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ
أَبْنَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي
أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ نِسَاءَهُنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ أَوِ التَّبِيعِينَ غَيْرِ أُولَى
الِرَّابَةِ مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا عَلَىٰ عَوْرَاتِ النِّسَاءِ
وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ زِينَتِهِنَّ وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ
جَمِيعًا إِنَّهُ السَّمُّونُ لَعَلَّكُمْ تَفْلَحُونَ ﴿١﴾

”اور آپ مومن عورتوں سے فرمادیں کہ وہ (بھی) اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں اور اپنی آرائش و زیبائش کو ظاہر نہ کیا کریں سوائے (اسی حصہ) کے جو اس میں سے خود ظاہر ہوتا ہے اور وہ اپنے سروں پر اوڑھے ہوئے دوپٹے (اور چادریں) اپنے گریبانوں اور سینوں پر (بھی) ڈالے رہا کریں اور وہ اپنے بناؤ سنگھار کو (کسی پر) ظاہر نہ کیا کریں سوائے اپنے شوہروں کے یا اپنے باپ دادا یا اپنے شوہروں کے باپ دادا کے یا اپنے بیٹوں یا اپنے شوہروں کے بیٹوں کے یا اپنے بھائیوں یا اپنے بھتیجیوں یا اپنے بھانجوں کے یا اپنی (ہم مذہب، مسلمان) عورتوں یا اپنی مملوکہ باندیوں کے یا مردوں میں سے وہ خدمتگار جو خواہش و شہوت سے خالی ہوں یا وہ بچے جو (کمنی کے باعث ابھی) عورتوں کے پردہ والی چیزوں سے آگاہ نہیں ہوئے (یہ بھی مستثنیٰ ہیں) اور نہ (چلتے ہوئے) اپنے پاؤں (زمین پر اس طرح) مارا کریں کہ (پیروں کی جھنکار سے) انکا وہ سنگھار معلوم ہو جائے جسے وہ (حکم شریعت سے) پوشیدہ کیے ہوئے ہیں اور تم سب کے سب اللہ کے حضور توبہ کرو اے مومنو! تاکہ تم (ان احکام پر عمل پیرا ہو کر) فلاح پا جاؤ“

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَ بَنَاتِكَ وَ نِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ
عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ۚ ذَٰلِكُمْ أَذْنٰى أَنْ يُعْرِفْنَ فَلَا يُؤْذِينَ ۖ ط (۱)

”اے نبی! آپ اپنی ازواج (مطہرات) سے اور اپنی بیٹیوں سے اور مسلمانوں
کی عورتوں سے فرمادیجئے کہ اپنی چادروں کو اپنے (چہرے) پر لٹکا لیا کریں اس
سے وہ جلد پہچان لی جائیگی (کہ یہ شریف، آزاد عورتیں ہیں) پھر ان کو کوئی نہ
ستائے گا۔“

iii- تعلیم و تربیت کا حق

اسلام کی تعلیمات کا آغاز اِقْرَأْ سے کیا گیا اور تعلیم کو شرفِ انسانیت اور شناخت
پروردگار کی اساس قرار دیا گیا:

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَأْ ۝
رَبُّكَ الْأَكْرَمُ ۝ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ
يَعْلَمُ ۝ (۲)

”(اے حبیب!) اپنے رب کے نام سے (آغاز کرتے ہوئے) پڑھئے جس
نے (ہر چیز کو) پیدا فرمایا ۝ اس نے انسان کو (رحمِ مادر میں جو تک کی طرح)
معلق وجود سے پیدا کیا ۝ پڑھئے اور آپ کا رب بڑا ہی کریم ہے ۝ جس نے
قلم کے ذریعے (لکھنے پڑھنے کا) علم سکھایا ۝ جس نے انسان کو (اس کے علاوہ
بھی) وہ (کچھ) سکھا دیا جو وہ نہیں جانتا تھا ۝“

حضور نبی اکرم ﷺ نے خواتین کی تعلیم و تربیت کو اتنا ہی اہم اور ضروری قرار
دیا ہے جتنا کہ مردوں کی۔ اسلامی معاشرے میں یہ کسی طرح مناسب نہیں کہ کوئی شخص لڑکی
کو لڑکے سے کم درجہ دے کر اس کی تعلیم و تربیت نظر انداز کر دے۔ آپ ﷺ کا
ارشاد ہے:

(۱) القرآن، الاحزاب، ۵۹:۳۳

(۲) القرآن، العلق، ۱:۹۶-۵۱

الرجل تكون له الامة فيعلمها فيحسن تعليمها و يودبها فيحسن

ادبها ثم يعتقها فيتزوجها فله اجران۔ (۱)

”اگر کسی شخص کے پاس ایک لونڈی ہو پھر وہ اسے تعلیم دے اور یہ اچھی تعلیم ہو۔ اور اس کو آداب مجلس سکھائے اور یہ اچھے آداب ہوں۔ پھر آزاد کر کے اس سے نکاح کرے تو اس شخص کے لئے دوہرا اجر ہے۔“

یعنی ایک اجر تو اس بات کا کہ اس نے اسے اچھی تعلیم دی اور اچھے آداب سکھائے اور دوسرا اجر اس امر کا کہ اسے آزاد کر کے اس سے نکاح کر لیا اور اس طرح اس کا درجہ بلند کیا۔

اس سے ظاہر ہے کہ اسلام اگر باندیوں تک کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کرنے کو کارِ ثواب قرار دیتا ہے تو وہ آزاد لڑکوں اور لڑکیوں کے تعلیم سے محروم رکھے جانے کو کیونکر گوارا کر سکتا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے علم کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے ارشاد فرمایا کہ اس کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

طلب العلم فريضة على كل مسلم۔ (۲)

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳: ۱۰۹۶، رقم: ۲۸۴۹

۲۔ ابوعوانہ، المسند، ۱: ۱۰۳، رقم: ۶۸

۳۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۳: ۱۱۸، رقم: ۱۲۶۳۵

۴۔ رویانی، المسند، ۱: ۳۰۷، رقم: ۴۵۸

(۲) ۱۔ ابن ماجہ، السنن، ۱: ۸۱، رقم: ۲۲۴

۲۔ ابویعلیٰ، المسند، ۵: ۲۲۳، رقم: ۲۸۳۷

۳۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۰: ۱۹۵، رقم: ۱۰۴۳۹

۴۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۸: ۸، رقم: ۹

۵۔ طبرانی، المعجم الصغیر، ۱: ۳۶، رقم: ۲۲

۶۔ ابویعلیٰ، المعجم، ۱: ۲۵۷، رقم: ۳۲۰

۷۔ شعب الایمان، ۲: ۲۰۳، رقم: ۱۶۶۳

←

”ایک دوسرے موقع پر حصولِ علم میں ہر طرح کے امتیاز اور تنگ نظری کو مٹانے کی خاطر نہایت لطیف پیرائے میں فرمایا:

الكلمة الحکمة ضالة المؤمن فحيث وجدها فهو احق بهلـ (۱)
 ”علم اور عقل کی بات مومن کا گمشدہ مال ہے، پس جہاں بھی اسے پائے اسے حاصل کرنے کا وہ زیادہ حق دار ہے۔“

iv۔ حسن سلوک کا حق

حضور نبی اکرم ﷺ نے عورتوں سے حسن سلوک کی تعلیم دی اور زندگی کے عام معاملات میں عورتوں سے عفو و درگزر اور رافت و محبت پر مبنی سلوک کی تلقین فرمائی۔
 عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قال: المرأة كالضلع ان اقمعتها كسرتها و ان استمتعت بها استمتعت بها و فيها

..... ۸۔ پیشی، مجمع الزوائد، ۱: ۱۱۹

۹۔ منذری، الترغیب والترہیب، ۱: ۵۲، رقم: ۱۰۹

۱۰۔ کنانی، مصباح الزجاجة، ۱: ۳۰، رقم: ۸۱

(۱) ۱۔ ترمذی، السنن، ۵: ۵۱، رقم: ۲۶۸۷

۲۔ ابن ماجہ، السنن، ۲: ۱۳۹۵، رقم: ۴۱۶۹

۳۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۷: ۲۴۰، رقم: ۳۵۶۸۱

۴۔ رویانی، المسند، ۱: ۷۵، رقم: ۳۳

۵۔ بیہقی، سنن الکبریٰ، ۶: ۱۹۰، رقم: ۱۱۸۵۱

۶۔ شیبانی، الاحاد والمثنائی، ۳: ۲۶۴، رقم: ۱۶۳۹

۷۔ دیلمی، الفردوس بمأثور الخطاب، ۲: ۱۵۲، رقم: ۲۷۷۰

۸۔ ابونعیم اصبہانی، حلیۃ الاولیاء، ۳: ۳۵۴

۹۔ سیوطی، شرح سنن ابن ماجہ، ۱: ۳۰۷، رقم: ۴۱۶۹

۱۰۔ مناوی، فیض القدیر، ۲: ۵۴۵، رقم:

عوج۔ (۱)

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت پسلی کی مانند ہے اگر اسے سیدھا کرو گے تو ٹوٹ جائے گی اگر اسی طرح اس کے ساتھ فائدہ اٹھانا چاہو تو فائدہ اٹھا سکتے ہو ورنہ اس کے اندر ٹیڑھا پن موجود ہے۔“

عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ عن النبي صلی اللہ علیہ وسلم قال: من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يؤذي جاره واستوصوا بالنساء خيرا فانهن خلقن من ضلع وان اعوج شيء في الضلع اعلاه فان ذهب تقيمه كسوته و ان تركته لم يزل اعوج فاستوصوا بالنساء خيرا۔ (۱)

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۱۹۸۷، رقم: ۴۸۸۹

۲۔ مسلم، الصحیح، ۲: ۱۰۹۰، رقم: ۱۴۶۸

۳۔ ترمذی، السنن، ۳: ۴۹۳، رقم: ۱۱۸۸

۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۴۲۸، رقم: ۹۵۲۱

۵۔ ابن حبان، الصحیح، ۹: ۲۸۷، رقم: ۴۱۸۰

۶۔ دارمی، السنن، ۲: ۱۹۹، رقم: ۲۲۲۲

۷۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۴: ۱۹۷

۸۔ ابوعواتر، المسند، ۳: ۱۴۲، رقم: ۴۴۹۵

۹۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۱: ۷۸، رقم: ۵۶۵

۱۰۔ بیہقی، مجمع الزوائد، ۴: ۳۰۳، رقم: ۳۰۴

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۱۹۸۷، رقم: ۴۸۹۰

۲۔ مسلم، الصحیح، ۲: ۱۰۹۱، رقم: ۱۴۶۸

۳۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۴: ۱۹۷

۴۔ ابن راہویہ، المسند، ۱: ۲۵۰، رقم: ۴۱۴

۵۔ ابویعلیٰ، المسند، ۱۱: ۸۵، رقم: ۶۲۱۸

۶۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۷: ۲۹۵، رقم: ۱۴۴۹۹

”حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو اللہ تعالیٰ اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے ہمسائے کو تکلیف نہ دے، اور عورتوں کے ساتھ نیکی کرنے کے بارے میں میری وصیت قبول کر لو کیونکہ وہ پسلی سے پیدا کی گئیں ہیں۔ اور سب سے اوپر والی پسلی سب سے زیادہ ٹیڑھی ہوتی ہے اگر تم اسے سیدھا کرنے لگو گے تو توڑ ڈالو گے اور اس کے حال پر چھوڑے رہو گے تب بھی ہمیشہ ٹیڑھی رہے گی پس عورتوں کے ساتھ بھلائی کرنے کے بارے میں میری وصیت قبول کر لو۔“

۷۔ ملکیت اور جائیداد کا حق

اسلام نے مردوں کی طرح عورتوں کو بھی حق ملکیت عطا کیا۔ وہ نہ صرف خود کما سکتی ہے بلکہ وراثت کے تحت حاصل ہونے والی املاک کی مالک بھی بن سکتی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

لِّلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ (۱)
 ”مردوں کے لیے اس میں سے حصہ ہے جو انہوں نے کمایا، اور عورتوں کے لیے اس میں سے حصہ ہے جو انہوں نے کمایا۔“

عورت کا حق ملکیت طلاق کی صورت میں بھی قائم رہتا ہے۔ طلاق رجعی کے بارے میں ابنِ قدامہ نے لکھا ہے کہ اگر شوہر نے ایسی بیماری جس میں ہلاکت کا خطرہ ہو، کے دوران میں اپنی بیوی کو طلاق دی اور پھر دورانِ عدت اسی بیماری سے مر گیا تو بیوی اس کی وارث ہوگی اور اگر بیوی مر گئی تو شوہر اس کا وارث نہیں ہوگا۔ یہی رائے حضرت عمر ؓ اور حضرت عثمان ؓ سے بھی مروی ہے۔ (۲)
 حضرت عمر ؓ کا قول ہے:

(۱) القرآن، النساء، ۳۲:۴

(۲) ابن قدامہ، المغنی، ۶: ۳۲۹

اذا طلقها مریضا ورثته ما كانت فی العدة ولا يرثه (۱)
 ”اگر شوہر نے اپنی بیماری کی حالت میں بیوی کو طلاق دے دی تو بیوی دوران عدت اس کی وارث ہوگی لیکن شوہر اس کا وارث نہیں ہوگا۔“
 طلاق مغلظ کے بارے میں قاضی شریح بیان کرتے ہیں کہ عروۃ البارقی حضرت عمرؓ سے ہو کر میرے پاس آئے اور اس شخص کے بارے میں بیان کیا جو اپنی بیوی کو حالت مرض میں تین طلاقیں دے دے کہ حضرت عمرؓ کے نزدیک بیوی دوران عدت اس کی وارث ہوگی لیکن شوہر اس کا وارث نہیں ہوگا۔ (۲)

vi۔ حرمت نکاح کا حق

اسلام سے قبل مشرکین عرب بلا امتیاز ہر عورت سے نکاح جائز سمجھتے تھے۔ باپ مر جاتا تو بیٹا ماں سے شادی کر لیتا۔ بھصا نے احکام القرآن (۲: ۱۳۸) میں سوتیلی ماں سے نکاح کے متعلق لکھا ہے:

وقد كان نكاح امرأة الأب مستفیضا شائعا فی الجاهلیة

”اور باپ کی بیوہ سے شادی کر لینا جاہلیت میں عام معمول تھا۔“

اسلام نے عورتوں کے حقوق نمایاں کرتے ہوئے بعض رشتوں سے نکاح حرام قرار دیا اور اس کی پوری فہرست گنوا دی۔ ارشادِ ربانی ہے:

حُرِّمَتْ عَلَیْكُمْ اُمَّهَاتُكُمْ وَ بَنَاتُكُمْ وَ اَخَوَاتُكُمْ وَ عَمَّتُكُمْ وَ خَالَاتُكُمْ وَ

(۱) ۱۔ عبدالرزاق، المصنف، ۶: ۶۴، رقم: ۱۲۲۰۱

۲۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۴: ۱۷۱، باب: ۲۰۱

۳۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۷: ۳۶۳، رقم: ۱۴۹۰۸

۴۔ مالک بن انس، المدوۃ الکبریٰ، ۶: ۳۸

۵۔ ابن حزم، المحلی، ۱۰: ۲۱۹

(۲) ۱۔ ابن حزم، المحلی، ۱۰: ۲۱۹، ۲۲۸

۲۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۸: ۹۷

بَنَتْ الْأَخَ وَبَنَتْ الْأَخْتَ وَ أُمَّهْتُكُمُ الَّتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَ أَخَوْتُكُمُ مِنَ الرِّضَاعَةِ وَ أُمَّهْتُ نِسَاءَكُمْ وَ رَبَّائِكُمُ الَّتِي فِي حُجُورِكُمْ مِنَ نِسَائِكُمُ الَّتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَإِنْ لَمْ تَكُونُوا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ وَ أَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأَخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ (۱)

”تم پر تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں اور تمہاری (وہ) مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہو اور تمہاری رضاعت میں شریک بہنیں اور تمہاری بیویوں کی مائیں سب حرام کر دی گئی ہیں۔ اور (اسی طرح) تمہاری گود میں پرورش پانے والی وہ لڑکیاں جو تمہاری ان عورتوں (کے بطن) سے ہیں جن سے تم صحبت کر چکے ہو (بھی حرام ہیں) پھر اگر تم نے ان سے صحبت نہ کی ہو تو تم پر ان کی (لڑکیوں سے نکاح کرنے میں) کوئی حرج نہیں اور تمہارے ان بیٹوں کی بیویاں (بھی تم پر حرام ہیں) جو تمہاری پشت سے ہیں اور یہ (بھی حرام ہے کہ) تم دو بہنوں کو ایک ساتھ (نکاح میں) جمع کرو سوائے اس کے جو دور جہالت میں گزر چکا۔“

۲۔ عورت کے عائلی حقوق

i۔ ماں کی حیثیت سے حق

حضور اکرم ﷺ نے اہل ایمان کی جنت ماں کے قدموں تلے قرار دے کر ماں کو معاشرے کا سب سے زیادہ مکرم و محترم مقام عطا کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے زیادہ حسن سلوک کی مستحق ماں ہے:

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال: جاء رجل الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال: یا

رسول اللہ من احق الناس بحسن صحابتي؟ قال: ”امك“، قال
ثم من؟ قال ”ثم امك“، قال ثم من؟ قال: ”ثم امك“، قال ثم
من؟ قال: ”ثم ابوك“ - (۱)

”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں
حاضر ہو کر عرض گزار ہوا یا رسول اللہ ﷺ میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ
مستحق کون ہے؟ فرمایا کہ تمہاری والدہ، عرض کی کہ پھر کون ہے فرمایا کہ تمہاری
والدہ، عرض کی کہ پھر کون ہے؟ فرمایا کہ تمہاری والدہ ہے، عرض کی کہ پھر کون
ہے؟ فرمایا کہ تمہارا والد ہے۔“

ii۔ بیٹی کی حیثیت سے حق

وہ معاشرہ جہاں بیٹی کی پیدائش کو ذلت و رسوائی کا سبب قرار دیا جاتا تھا،
آپ ﷺ نے بیٹی کو احترام و عزت کا مقام عطا کیا۔ اسلام نے نہ صرف معاشرتی و سماجی
سطح پر بیٹی کا مقام بلند کیا بلکہ اسے وراثت کا حق دار بھی ٹھہرایا، ارشادِ ربانی ہے:
يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثِيَيْنِ فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً
فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا
النِّصْفُ۔ (۲)

”اللہ تمہیں تمہاری اولاد (کی وراثت) کے بارے میں حکم دیتا ہے کہ لڑکے کے

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۲۲، رقم: ۵۶۲۶

۲۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۱۹۷، رقم: ۲۵۴۸

۳۔ ابن راہویہ، المسند، ۱: ۲۱۶، رقم: ۱۷۲

۴۔ منذری، الترغیب والترہیب، ۳: ۲۲۰، رقم: ۳۷۶۶

۵۔ الحسینی، البیان والتعلیف، ۱: ۱۷۱، رقم: ۴۴۷

۶۔ کنانی، مصباح الزجاجة، ۴: ۹۸، رقم: ۱۲۷۸

(۲) القرآن، النساء، ۴: ۱۱

لیے دو لڑکیوں کے برابر حصہ ہے پھر اگر صرف لڑکیاں ہی ہوں (دو یا) دو سے زائد تو ان کے لیے اس ترکہ کا دو تہائی حصہ ہے اور اگر وہ اکیلی ہو تو اس کے لیے آدھا ہے۔“

قرآن حکیم نے بیٹی کی پیدائش پر غم و غصے کو جاہلیت کی رسم اور انسانیت کی تذلیل قرار دیتے ہوئے اُس کی مذمت کی:

وَ إِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُم بِالْأُنْثَىٰ ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَ هُوَ كَظِيمٌ
يَتَوَارَىٰ مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ أَيُمْسِكُهُ عَلَىٰ هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُ
فِي التُّرَابِ أَلَا سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ (۱)

”اور جب ان میں سے کسی کو لڑکی (کی پیدائش) کی خوشخبری سنائی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ غصہ سے بھر جاتا ہے وہ لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے (بزع خویش) اس بری خبر کی وجہ سے جو اسے سنائی گئی ہے (اب یہ سوچنے لگتا ہے کہ) آیا اسے ذلت و رسوائی کے ساتھ (زندہ) رکھے یا اسے مٹی میں دبا دے (یعنی زندہ درگور کر دے) خبردار کتنا برا فیصلہ ہے جو وہ کرتے ہیں“

اور بیٹیوں کو زندہ درگور کرنے کی ممانعت کر کے دور جاہلیت کی اس رسم بد کا قلع قمع کیا جو اسلام کی آمد سے قبل اس معاشرے میں جاری تھی:

وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ إِنَّ قَتْلَهُمْ
كَانَ خَطَاً كَبِيراً (۲)

”اور تم اپنی اولاد کو مفلسی کے خوف سے قتل مت کرو ہم ہی انہیں (بھی) رزق دیتے ہیں اور تمہیں بھی، بے شک ان کو قتل کرنا بہت بڑا گناہ ہے“

(۱) القرآن، النحل، ۵۸: ۱۶، ۵۹

(۲) القرآن، بنی اسرائیل، ۳۱: ۱۷

iii۔ بہن کی حیثیت سے حق

قرآن حکیم میں جہاں عورت کے دیگر معاشرتی و سماجی درجات کے حقوق کا تعین کیا گیا ہے، وہاں بطور بہن بھی اس کے حقوق بیان کئے گئے ہیں۔ بطور بہن عورت کا وراثت کا حق بیان کرتے ہوئے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا گیا:

وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَلَةً أَوْ امْرَأَةً وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ فَإِنْ كَانُوا أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثَّلَاثِ
مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصَىٰ بِهَا أَوْ دَيْنٍ غَيْرِ مُضَارٍّ (۱)

”اور اگر کسی ایسے مرد یا عورت کی وراثت تقسیم کی جا رہی ہو جس کے نہ ماں باپ ہوں نہ کوئی اولاد اور اس کا ماں کی طرف سے ایک بھائی یا ایک بہن ہو (یعنی اخیانی بھائی یا بہن) تو ان دونوں میں سے ہر ایک کے لیے چھٹا حصہ ہے پھر اگر وہ بھائی بہن ایک سے زیادہ ہوں تو سب ایک تہائی میں شریک ہوں گے (یہ تقسیم بھی) اس وصیت کے بعد (ہوگی) جو (وارثوں کو) نقصان پہنچائے بغیر کی گئی ہو یا قرض (کی ادائیگی) کے بعد“

يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ إِنْ امْرَأَةٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ وَهُوَ يَرِثُهَا إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهَا وَلَدٌ فَإِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُسَانِ مِمَّا تَرَكَ وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِّجَالًا وَ نِسَاءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثِيَيْنِ (۲)

”لوگ آپ سے حکم دریافت کرتے ہیں۔ فرما دیجئے کہ اللہ تمہیں (بغیر اولاد اور بغیر والدین کے فوت ہونے والے) کلالہ (کی وراثت) کے بارے میں یہ حکم دیتا ہے کہ اگر کوئی ایسا شخص فوت ہو جائے جو بے اولاد ہو مگر اس کی بہن ہو تو اس کے لیے اس (مال) کا آدھا (حصہ) ہے جو اس نے چھوڑا ہے اور اگر

(۱) القرآن، النساء، ۴: ۱۲

(۲) القرآن، النساء، ۴: ۱۷

(اس کے برعکس بہن کلالہ ہو تو اس کے مرنے کی صورت میں اسکا) بھائی اس (بہن) کا وارث (کامل) ہوگا اگر اس (بہن) کی کوئی اولاد نہ ہو۔ پھر اگر (کلالہ بھائی کی موت پر) دو (بہنیں وارث) ہوں تو ان کے لیے اس (مال) کا دو تہائی (حصہ) ہے جو اس نے چھوڑا ہے اور اگر (بصورت کلالہ مرحوم کے) چند بھائی بہن مرد (بھی) اور عورتیں (بھی وارث) ہوں تو پھر (ہر) ایک مرد کا (حصہ) دو عورتوں کے برابر ہوگا۔“

iv- بیوی کی حیثیت سے حق

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے نسل انسانی کے تسلسل و بقاء کے لئے ازدواجی زندگی اور خاندانی رشتوں کو اپنی نعت قرار دیا:

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُم مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّ جَعَلَ لَكُم مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِينَ وَّ حَفَدَةً وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبَاتِ اَفَبِلَاٰطِلُ يُؤْمِنُوْنَ وَاَنْبَعَمَتِ اللّٰهُ هُمْ يَكْفُرُوْنَ ۝ (۱)

”اور اللہ نے تم ہی میں سے تمہارے لیے جوڑے پیدا فرمائے اور تمہارے جوڑوں (بیویوں) سے تمہارے لیے بیٹے، پوتے اور نواسے پیدا فرمائے اور تمہیں پاکیزہ رزق عطا فرمایا تو کیا پھر بھی وہ (حق کو چھوڑ کر) باطل پر ایمان رکھتے ہیں اور اللہ کی نعت سے وہ ناشکری کرتے ہیں۔“

دوسرے مقام پر بیوی کے رشتے کی اہمیت اور اس سے حسن سلوک کو یوں بیان

کیا گیا:

اَحَلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلَى نِسَائِكُمْ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهِنَّ ۚ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَ عَفَا عَنْكُمْ ۚ فَالْزِنْ بِاَشْرَوْهِنَّ وَاَبْتَغُوا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَ كُلُوا

وَأَشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ أَتَمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسْجِدِ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا ط كَذَلِكَ يَبَيِّنُ اللَّهُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ (۱)

”تمہارے لیے روزوں کی راتوں میں اپنی بیویوں کے پاس جانا حلال کر دیا گیا ہے وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو، اللہ کو معلوم ہے کہ تم اپنے حق میں خیانت کرتے تھے سو اس نے تمہارے حال پر رحم کیا اور تمہیں معاف فرما دیا، پس (اب روزوں کی راتوں میں بیشک) ان سے مباشرت کیا کرو اور جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے چاہا کرو، اور کھاتے پیتے رہا کرو یہاں تک کہ تم پر صبح کا سفید ڈورا (رات کے) سیاہ ڈورے سے (الگ ہو کر) نمایاں ہو جائے، پھر روزہ رات (کی آمد) تک پورا کرو، اور عورتوں سے اس دوران میں شب باشی نہ کیا کرو جب تم مسجدوں میں اعتکاف بیٹھے ہو، یہ اللہ کی (قائم کردہ) حدیں ہیں پس ان کے توڑنے کے نزدیک نہ جاؤ، اسی طرح اللہ لوگوں کے لئے اپنی آیتیں (کھول کر) بیان کرتا ہے تاکہ وہ پرہیزگاری اختیار کریں۔“

وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ أَنْ يَكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللَّهُ فِي أَرْحَامِهِنَّ إِنْ كُنَّ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَبَعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِي ذَلِكَ إِنْ أَرَادُوا إِصْلَاحًا وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (۲)

”اور طلاق یافتہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک روک رکھیں، اور ان کے لیے جائز نہیں کہ وہ اسے چھپائیں جو اللہ نے ان کے رحموں میں پیدا فرما دیا ہو اگر وہ اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہیں، اس مدت کے اندر ان

(۱) القرآن، البقرہ ۴: ۱۸۷

(۲) القرآن، البقرہ ۴: ۲۲۸

کے شوہروں کو انہیں (پھر) اپنی زوجیت میں لوٹانے کا حق زیادہ ہے اگر وہ اصلاح کا ارادہ کر لیں، اور دستور کے مطابق عورتوں کے بھی مردوں پر اسی طرح حقوق ہیں جیسے مردوں کے عورتوں پر، البتہ مردوں کو ان پر فضیلت ہے، اور اللہ بڑا غالب بڑی حکمت والا ہے۔“

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ ۖ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمْ الرُّبْعُ مِمَّا تَرَكَنَّ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوَصِّينَ بِهَا أَوْ دَيْنٌ ۖ وَلَهُنَّ الرُّبْعُ مِمَّا تَرَكَتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ ۖ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكَتُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تَوْصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٌ ۖ (۱)

”اور تمہارے لیے اس (مال) کا آدھا حصہ ہے جو تمہاری بیویاں چھوڑ جائیں بشرطیکہ ان کی کوئی اولاد نہ ہو، پھر اگر ان کی اولاد ہو تو تمہارے لیے ان کے ترکہ سے چوتھائی ہے (یہ بھی) اس وصیت (کے پورا کرنے) کے بعد جو انہوں نے کی ہو یا قرض (کی ادائیگی) کے بعد، اور تمہاری بیویوں کا تمہارے چھوڑے ہوئے (مال) میں سے چوتھا حصہ ہے بشرطیکہ تمہاری کوئی اولاد نہ ہو پھر اگر تمہاری کوئی اولاد ہو تو ان کے لیے تمہارے ترکہ میں سے آٹھواں حصہ ہے تمہاری اس (مال) کی نسبت کی ہوئی وصیت (پوری کرنے) یا تمہارے قرض کی ادائیگی کے بعد۔“

یہ قرآن حکیم ہی کی تعلیمات کا عملی ابلاغ تھا کہ حضور اکرم ﷺ نے بیوی سے حسن سلوک کی تلقین فرمائی:

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: جاء رجل الى النبي ﷺ فقال: يا رسول الله اني كتبت في غزوة كذا و كذا و امراتي حاجة، قال:

ارجع فحج مع امراتك - (۱)

”ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں ایک شخص حاضر ہو کر عرض گزار ہوا: یا رسول اللہ! میرا نام فلاں فلاں غزوہ میں لکھ لیا گیا ہے اور میری بیوی حج کرنے جا رہی ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم واپس چلے جاؤ اور اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔“
اور اسی تعلیم پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عمل پیرا رہے:

عن زید بن اسلم عن ابیہ قال: كنت مع عبد الله بن عمر رضي الله
عما بطريق مكة فبلغه عن صفية بنت ابی عبيد شدة وجع، فاسرع
السير حتى اذا كان بعد غروب الشفق ثم نزل فصلى المغرب
والعتمة يجمع بينهما و قال: إني رايت النبي ﷺ اذا جد به
السير اخر المغرب و جمع بينهما (۲)

”زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ کے سفر میں

-
- (۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳: ۱۱۱، رقم: ۲۸۹۶
۲۔ بخاری، الصحیح، ۳: ۱۰۹۴، رقم: ۲۸۴۴
۳۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۰۰۵، رقم: ۲۸۴۴
۴۔ مسلم، الصحیح، ۲: ۹۷۸، رقم: ۱۳۴۱
۵۔ ابن حبان، الصحیح، ۹: ۴۴، رقم: ۳۷۵۷
۶۔ ابن خزیمہ، الصحیح، ۴: ۱۳۷، رقم: ۲۵۲۹
۷۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۱: ۴۲۵، ۴۲۴، رقم: ۱۲۲۰۵، ۱۲۲۰۱
(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۲: ۶۳۹، رقم: ۱۷۱۱
۲۔ بخاری، الصحیح، ۳: ۱۰۹۳، رقم: ۲۸۳۸
۳۔ عسقلانی، فتح الباری، ۲: ۵۷۳، رقم: ۱۰۴۱
۴۔ مبارکپوری، تحفۃ الاحوذی، ۳: ۱۰۲

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا انہیں اپنی زوجہ محترمہ حضرت صفیہ بنت ابوعبید کے بارے میں خبر پہنچی کہ وہ سخت بیمار ہیں۔ انہوں نے رفتار تیز کر دی اور مغرب کے بعد جب شفق غائب ہو گئی تو سواری سے اترے اور مغرب کی نماز ادا کر کے نماز عشاء بھی اس کے ساتھ ملا کر پڑھ لی اور فرمایا کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ کو سفر طے کرنے میں جلدی ہوتی تو مغرب میں دیر کر کے مغرب و عشاء کو جمع فرما لیتے۔“

۳۔ عورت کے ازدواجی حقوق

آپ ﷺ کی عطا کردہ تعلیمات کی روشنی میں عورت کے درج ذیل نمایاں حقوق سامنے آتے ہیں:

i۔ شادی کا حق

اسلام سے قبل عورتوں کو مردوں کی ملکیت تصور کیا جاتا تھا اور انہیں نکاح کا حق حاصل نہ تھا۔ اسلام نے عورت کو نکاح کا حق دیا کہ جو یتیم ہو، باندی ہو یا مطلقہ، شریعت کے مقرر کردہ اصول و ضوابط کے اندر رہتے ہوئے انہیں نکاح کے حق سے محروم نہیں کیا جا سکتا:

وَ إِذَا طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ فَلْيُغْنِ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ
أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضُوا بَيْنَهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ۔ (۱)

”اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی عدت (پوری ہونے) کو آ پہنچیں تو جب وہ شرعی دستور کے مطابق باہم رضامند ہو جائیں تو انہیں اپنے شوہروں سے نکاح کرنے سے مت روکو۔“

وَالَّذِينَ يَتَوَقَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ
أَشْهُرٍ وَعَشْرًا فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ فِي

(۱) القرآن، البقرہ ۴: ۲۳۲

اَتَفْسِهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ ط وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ (۱)

”اور تم میں سے جو فوت ہو جائیں اور (اپنی) بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ اپنے آپ کو چار ماہ دس دن انتظار میں روکے رکھیں پھر جب وہ اپنی عدت (پوری ہونے) کو پہنچیں تو پھر جو کچھ وہ شرعی دستور کے مطابق اپنے حق میں کریں تم پر اس معاملے میں کوئی مواخذہ نہیں، اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے اچھی طرح خبردار ہے۔“

وَ اتُوا النِّسَاءَ صَدُقَتِهِنَّ نِحْلَةً فَإِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيئًا مَّرِيَّتًا (۲)

”اور عورتوں کو ان کے مہر خوش دلی سے ادا کیا کرو، پھر اگر وہ اس (مہر) میں سے کچھ تمہارے لیے اپنی خوشی سے چھوڑ دیں تو تب اسے (اپنے لیے) سازگار اور خوشگوار سمجھ کر کھاؤ۔“

وَ اَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَ الصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَ اِمَائِكُمْ اِنْ يَّكُوْنُوْا فَقَرَآءَ يُغْنِيْهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَ اللّٰهُ وَّاسِعٌ عَلِيْمٌ (۳)

”اور تم اپنے مردوں اور عورتوں میں سے ان کا نکاح کر دیا کرو جو بغیر ازدواجی زندگی کے (رہ رہے) ہوں اور اپنے باصلاحیت غلاموں اور باندیوں کا (نکاح کر دیا کرو) اگر وہ محتاج ہوں گے (تو) اللہ اپنے فضل سے انہیں غنی کر دیگا اور اللہ بڑی وسعت والا بڑے علم والا ہے۔“

اگرچہ کئی معاشرتی اور سماجی حکمتوں کے پیش نظر اسلام نے مردوں کو ایک سے زائد شادیوں کا حق دیا، مگر اسے بیویوں کے مابین عدل و انصاف سے مشروط ٹھہرایا اور اس صورت میں جب مرد ایک سے زائد بیویوں میں عدل قائم نہ رکھ سکیں، انہیں ایک ہی

(۱) القرآن، البقرہ ۴: ۲۳۳

(۲) القرآن، النساء، ۴: ۴

(۳) القرآن، النور، ۲۴: ۳۲

نکاح کرنے کی تلقین کی:

وَ إِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَىٰ فَانْكَحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ
النِّسَاءِ مَشْنَىٰ وَ ثُلُثَ وَ رُبْعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا
مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَلَّا تَعُولُوا ۝ (۱)

”اور اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف نہ کر سکو گے تو ان عورتوں سے نکاح کرو جو تمہارے لیے پسندیدہ اور حلال ہوں، دو دو اور تین تین اور چار چار (مگر یہ اجازت بشرط عدل ہے) پھر اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ تم (زائد بیویوں میں) عدل نہیں کر سکو گے تو صرف ایک ہی عورت سے (نکاح کرو) یا وہ کنیزیں جو (شرعاً) تمہاری ملکیت میں آئی ہوں یہ بات اس سے قریب تر ہے کہ تم سے ظلم نہ ہو“

وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا أَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ
الْمِيلِ فَتَدْرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ۚ وَإِنْ تُصْلِحُوا وَ تَتَّقُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ
عَفُورًا رَّحِيمًا ۝ (۲)

”اور تم ہرگز اس بات کی طاقت نہیں رکھتے کہ (ایک سے زائد) بیویوں کے درمیان (پورا پورا) عدل کر سکو اگرچہ تم کتنا ہی چاہو۔ پس (ایک کی طرف) پورے میلان طبع کے ساتھ (یوں) نہ جھک جاؤ کہ دوسری کو (درمیان میں) لنگتی ہوئی چیز کی طرح چھوڑ دو۔ اور اگر تم اصلاح کر لو اور (حق تلفی و زیادتی سے) بچتے رہو تو اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے“

ان آیات مبارکہ سے واضح ہے کہ اسلام کا رجحان یک زوجگی کی طرف ہے اور ان حالات میں جہاں اسلام نے ایک سے زائد شادیوں کی اجازت دی ہے اسے عدل و مساوات سے مشروط ٹھرایا ہے کہ مرد ان تمام معاملات میں جو اس کے بس میں ہیں مثلاً

(۱) القرآن، النساء، ۴: ۳۰

(۲) القرآن، النساء، ۴: ۱۲۹

غذا، لباس، مکان، شب باشی اور حسن معاشرت میں سب کے ساتھ عدل کا سلوک کرے۔ گویا ایک سے زائد شادیوں کا قرآنی فرمان حکم نہیں بلکہ اجازت ہے جو بعض حالات میں ناگزیر ہو جاتی ہیں جنگ، حادثات، طبی اور طبعی حالات بعض اوقات ایسی صورت پیدا کر دیتے ہیں کہ معاشرے میں اگر ایک سے زائد شادیوں پر پابندی عائد ہو تو وہ سنگین سماجی مشکلات کا شکار ہو جائے جس کے اکثر نظائر ان معاشروں میں دیکھے جاسکتے ہیں جہاں ایک سے زیادہ شادیوں پر قانونی پابندی ہوتی ہے۔ تاہم یہ اسلام کا تصور عدل ہے۔ وہ معاشرہ جہاں ظہور اسلام سے قبل دس دس شادیاں کرنے کا رواج تھا اور ہر طرح کی جنسی بے اعتدالی عام تھی اسلام نے اسے حرام ٹھرایا اور شادیوں کو صرف چار تک محدود کر کے عورت کے تقدس اور سماجی حقوق کو تحفظ عطا کر دیا۔

ii۔ خیاءِ بلوغ کا حق

نابالغ لڑکی یا لڑکے کا بلوغت سے قبل ولی کے کئے ہوئے نکاح کو بالغ ہونے پر رد کر دینے کا اختیار 'خیاءِ بلوغ' کہلاتا ہے۔ اسلام نے خواتین کو ازدواجی حقوق عطا کرتے ہوئے خیاءِ بلوغ کا حق عطا کیا جو اسلام کے نزدیک انفرادی حقوق کے باب میں ذاتی اختیار کی حیثیت رکھتا ہے۔ احناف کے نزدیک اگر کسی ولی نے نابالغ لڑکے یا لڑکی کا نکاح کیا ہو تو وہ لڑکا یا لڑکی بالغ ہونے پر خیاءِ بلوغ کا حق استعمال کر کے نکاح ختم کر سکتے ہیں۔

جس طرح بالغ خاتون کو یہ اختیار حاصل ہے کہ اگر ولی نے اس کی اجازت کے بغیر اس کا نکاح کیا ہو تو عدم رضا کی بناء پر اسے اس نکاح کو تسلیم نہ کرنے اور باطل قرار دینے کا اختیار حاصل ہے، اسی طرح ایک نابالغ کو بھی جس کا نکاح نابالغی کے زمانہ میں کسی ولی نے کیا ہو، بلوغ کے بعد عدم رضا کی بناء پر خیاءِ بلوغ حاصل ہے۔

خیاءِ بلوغ کے حق کی بناء پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ایک حدیث مبارکہ ہے جس میں قدامہ بن مظعون نے اپنی بیٹی اور حضرت عثمان بن مظعون کی صاحب زادی کا نکاح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کر دیا تھا اور وہ لڑکی بوقت

نکاح نابالغ تھی۔ بلوغت کے بعد اُس لڑکی نے حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس نکاح کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا:

عن عبد الله بن عمر، قال: توفي عثمان بن مظعون، وترك ابنة له من خويلة بنت حكيم بن أمية بن حارثة بن الأوقص، قال: و أوصى إلى أخيه قدامة بن مظعون، قال عبد الله: و هما خالاي، قال: فحطبت إلى قدامة بن مظعون ابنة عثمان بن مظعون، فزوجنيها، ودخل المغيرة بن شعبة يعني إلى أمها فأرغبها في المال، فحطت إليه، و حطت الجارية إلى هوى أمها، فأبتا، حتى ارتفع أمرهما إلى رسول الله ﷺ، فقال قدامة بن مظعون: يا رسول الله! ابنة أخي، أوصى بها إلي، فزوجتها ابن عمتها عبد الله بن عمر، فلم أقصر بها في الصلاح ولا في الكفاة، و لكنها امرأة، و إنما حطت إلى هوى أمها قال: فقال رسول الله ﷺ: هي يتيمة، ولا تنكح إلا باذنها۔ قال: فانتزعت والله مني بعد أن ملكتها، فزوجها المغيرة (۱)

”عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ عثمان بن مظعون فوت ہوئے اور پسماندگان میں خویله بنت حکیم بن امیہ بن حارثہ بن اوقص سے ایک بیٹی چھوڑی اور اپنے بھائی قدامہ بن مظعون کو وصیت کی۔ راوی عبداللہ کہتے ہیں: یہ دونوں میرے خالوتھے۔ میں نے قدامہ بن مظعون کو عثمان بن مظعون کی

(۱) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۱۳۰، رقم: ۶۱۳۶

۲۔ دارقطنی، السنن، ۳: ۲۳۰

۳۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۷: ۱۱۳، ۱۲۰، رقم: ۱۳۴۳۲، ۱۳۴۷۰

۴۔ بیہقی، مجمع الزوائد، ۴: ۲۸۰

بیٹی سے نکاح کا پیغام بھیجا تو اس نے میرا نکاح اس سے کرا دیا اس کے بعد مغیرہ بن شعبہ اس لڑکی کی ماں کے پاس آیا اور اسے مال کا کالج دیا۔ وہ عورت اس کی طرف مائل ہو گئی اور لڑکی بھی اپنی ماں کی خواہش کی طرف راغب ہو گئی پھر ان دونوں نے انکار کر دیا یہاں تک کہ ان کا معاملہ رسول اکرم ﷺ کی بارگاہ میں پیش ہوا۔ قدامہ بن مظعون نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ میرے بھائی کی بیٹی ہے اور میرے بھائی نے مجھے اس کے متعلق وصیت کی تھی پس میں اس کی شادی اس کے ماموں زاد عبداللہ بن عمر سے کر دی۔ میں نے اس کی بھلائی اور کفو میں کوئی کمی نہ کی لیکن یہ عورت اپنی ماں کی خواہش کی طرف مائل ہو گئی اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ یتیم ہے، لہذا اس کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر نہیں کیا جاسکتا۔ راوی کہتے ہیں: اس کے بعد میرا اس کے مالک بننے کا جھگڑا ہی ختم ہو گیا اور اس نے مغیرہ سے شادی کر لی۔“

ایک دوسری سند کے ساتھ مروی حدیث مبارکہ میں ان الفاظ کا اضافہ ہے:

فأمره النبي ﷺ أن يفارقها، و قال: لا تنكحوا اليتامى حتى

تستأمر وھن فإن سکنن فهو إذنھن۔ (۱)

”پس حضور نبی اکرم ﷺ نے اس کی علیحدگی کا حکم دیا اور فرمایا: یتیم بچیوں کا نکاح ان کے اجازت کے بغیر نہ کیا جائے پس اگر وہ خاموش رہیں تو وہی ان کی اجازت ہے۔“

iii۔ مہر کا حق

اسلام نے عورت کو ملکیت کا حق عطا کیا۔ عورت کے حق ملکیت میں جہیز اور مہر کا حق بھی شامل ہے۔ قرآن حکیم نے مردوں کو نہ صرف عورت کی ضروریات کا کفیل بنایا بلکہ انہیں تلقین کی کہ اگر وہ مہر کی شکل میں ڈھیروں مال بھی دے چکے ہوں تو واپس نہ لیں، کیونکہ وہ عورت کی ملکیت بن چکا ہے:

(۱) بیہقی، السنن الکبریٰ، ۱۲: ۷

وَ اِنْ اَرَدْتُمْ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَ اَتَيْتُمْ اِحْلَهْنَ فَنُطَارًا
فَلَا تَاْخُلُوْا مِنْهُ شَيْئًا اَتَاْخُلُوْهُ بُهْتَانًا وَاِثْمًا مُّبِيْنًا (۱)

”اور اگر تم ایک بیوی کے بدلے دوسری بیوی بدلنا چاہو اور تم اسے ڈھیروں مال
دے چکے ہو تب بھی اس میں سے کچھ واپس مت لو، کیا تم بہتان تراشی کے
ذریعے اور کھلا گناہ کر کے وہ مال واپس لو گے؟“

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمْسُوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ
فَرِيْضَةً وَ مَتَّعُوْهُنَّ عَلَى الْمَوْسِعِ قَدْرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدْرُهُ مَتَاعًا
بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ (۲)

”تم پر اس بات میں (بھی) کوئی گناہ نہیں کہ اگر تم نے (اپنی منکوحہ) عورتوں
کو ان کے چھونے یا ان کے مہر مقرر کرنے سے بھی پہلے طلاق دے دی ہے تو
انہیں (ایسی صورت میں) مناسب خرچہ دیدو، وسعت والے پر اس کی حیثیت
کے مطابق (لازم) ہے اور تنگدست پر اس کی حیثیت کے مطابق (بہر طور) یہ
خرچ مناسب طریق پر دیا جائے، یہ بھلائی کرنے والوں پر واجب ہے۔“

iv۔ حقوق زوجیت

مرد پر یہ ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے کہ وہ حتی الوسع حقوق زوجیت ادا کرنے
سے دریغ نہ کرے۔ جاہلیت میں یہ رواج تھا کہ اگر خاوند بیوی کو دق کرنا چاہتا تو قسم کھا
لیتا کہ میں بیوی سے مقاربت نہیں کروں گا اسے اصطلاح میں ایلاء کہتے ہیں۔ اس طرح
عورت معاقہ ہو کر رہ جاتی ہے، نہ مطلقہ نہ بیوہ (کہ اور شادی ہی کر سکے) اور نہ شوہر والی۔
کیونکہ شوہر نے اس سے قطع تعلق کر لیا ہے۔ یہ رویہ درست نہیں کیونکہ جو چیز اللہ تعالیٰ
نے انسان کے لئے حلال ٹھہرائی ہے، انسان کا کوئی حق نہیں کہ اسے اپنے اوپر حرام قرار
دے لے۔ قرآن کہتا ہے:

(۱) القرآن، النساء، ۴: ۲۰

(۲) القرآن، البقرہ، ۲: ۲۳۶

لِّلَّذِينَ يُؤْلُونَ مِن نَّسَائِهِمْ تَرْبُصُ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ فَإِنْ فَاعَوْ فَإِنَّ اللَّهَ
غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ (۱)

”جو لوگ اپنی بیویوں کے قریب نہ جانے کی قسم کھالیں تو ان کے لئے چار ماہ کی مہلت ہے۔ پھر اگر وہ اس مدت کے اندر رجوع کر لیں اور آپس میں ملاپ کر لیں تو اللہ رحمت سے بخشنے والا ہے ۝“

یعنی اگر بیوی کی کسی غلطی کی وجہ سے تم نے یہ قسم کھائی ہے تو غنوو درگزر کرتے ہوئے اسے معاف کر دو، اور اگر کسی معقول سبب کے بغیر تم نے یوں ہی قسم کھالی تھی تو قسم کا کفارہ دے کر رجوع کر لو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری غلطیوں کو بخش دے گا۔ اگر خاوند چار ماہ تک رجوع نہ کرے، تو پھر بعض فقہاء کے نزدیک خود بخود طلاق واقع ہو جائے گی۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قال النبی: ﷺ إِنَّكَ لَتَصُومُ الدَّهْرَ وَتَقُومُ اللَّيْلَ - فَقُلْتُ: نَعَمْ،
قال: إِنَّكَ إِذَا فَعَلْتَ ذَلِكَ هَجَمْتَ لَهُ الْعَيْنَ، وَنَفَهْتَ لَهُ النَّفْسَ،
لَا صَامَ مِنْ صَامِ الدَّهْرِ، صَوْمُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ صَوْمِ الدَّهْرِ كُلِّهِ قُلْتُ:
فَأَنَّى أَطِيقُ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ، قَالَ فَصِمِ صَوْمَ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، كَانَ يَصُومُ
يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا - (۲)

(۱) القرآن، البقرہ، ۲: ۲۲۶

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۲: ۶۹۸، رقم: ۱۸۷۸

۲۔ مسلم، الصحیح، ۲: ۸۱۳، رقم: ۱۱۵۹

۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۳: ۱۴۰، رقم: ۷۷۰

۴۔ دارمی، السنن، ۲: ۳۳، رقم: ۱۷۵۲

۵۔ ابن حبان، الصحیح، ۶: ۳۲۵، رقم: ۲۵۹۰، ۱۱۸: ۱، رقم: ۶۲۲۶

۶۔ ابن خزیمہ، الصحیح، ۲: ۱۸۱، رقم: ۱۱۴۵

۷۔ بیہقی، السنن الصغریٰ، ۱: ۴۷۷، رقم: ۸۳۸

”حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم ہمیشہ روزہ رکھتے اور ہمیشہ قیام کرتے ہو؟ میں عرض گزار ہوا: جی۔ فرمایا: اگر ایسا کرتے رہو گے تو تمہاری آنکھوں میں گڑھے پڑ جائیں گے اور تمہارا جسم بے جان ہو جائے گا، نیز ہر مہینے میں تین روزے رکھنا گویا ہمیشہ روزہ رکھنا ہے۔ میں نے عرض کیا: میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ فرمایا: داؤد علیہ السلام والے روزے رکھ لیا کرو جو ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن نہیں رکھتے تھے اور جب دشمن سے مقابلہ ہوتا تو پیٹھ نہیں دکھاتے تھے۔“

عبادت میں زیادہ شغف بھی بیوی سے بے توجہی کا باعث ہو سکتا ہے۔ اگر خاوند دن بھر روزہ رکھے اور راتوں کو نمازیں پڑھتا رہے تو ظاہر ہے کہ وہ بیوی کے حقوق ادا کرنے سے قاصر رہے گا۔ حضور اکرم ﷺ نے اسی لئے صوم وصال یعنی روزے پر روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے اور زیادہ سے زیادہ صوم داؤدی کی اجازت دی ہے کہ ایک دن روزہ رکھو، ایک دن نہ رکھو۔

اسی طرح عبادت میں بھی اعتدال کا حکم فرمایا:

عن عون بن ابی حنیفہ، عن ابیہ قال: اخى النبی ﷺ بین سلمان و ابی الدرداء فزار سلمان ابا الدرداء فرأى ام الدرداء متبذلة، فقال لها: ماشانک؟ قالت: اخوك ابو الدرداء لیس له حاجة فی الدنيا، فجاء ابو الدرداء فصنع له طعاما، فقال: کل۔ قال: فانی صائم، قال: ما انا باکل حتی تاکل، قال: فاکل، فلما کان اللیل ذهب ابو الدرداء یقوم۔ قال: نم، فنام ثم ذهب یقوم۔ فقال: نم، فلما کان من اخر اللیل قال سلمان، قم الان فصلیل فقال له

..... ۸۔ پیشمی، مجمع الزوائد، ۳: ۱۹۳

۹۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۳: ۵۳۰

۱۰۔ سیوطی، تفسیر جلالین، ۱: ۵۹۹

سلمان: ان لربك عليك حقا ولنفسك عليك حقا ولاهلك عليك حقا فاعط كل ذي حق حقه - فاتی النبی ﷺ
فذكر ذلك له فقال النبي ﷺ صدق سلمان - (۱)

”حضرت ابو جحیفہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت سلمان فارسی اور حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہما کے درمیان بھائی چارہ کرا دیا تھا۔ حضرت سلمان ایک روز حضرت ابودرداءؓ کے مکان پر گئے۔ اُم درداء کو غمگین دیکھا تو حضرت سلمانؓ نے ان سے پوچھا: کہو، یہ کیا حال کر رکھا ہے؟ اُم درداء کہنے لگیں: تمہارے بھائی ابودرداء کو دُنیا کی ضرورت نہیں ہے۔ اتنے میں ابودرداء آ گئے، کھانا تیار کروایا گیا اور کہا کہ آپ کھائیں۔ سلمان بولے میرا روزہ ہے۔ ابودرداء نے کہا جب تک تم نہیں کھاؤ گے میں بھی نہیں کھاؤں گا۔ جب رات ہوئی (اور دونوں نے کھانا کھا لیا) تو ابودرداء نماز کے لئے اُٹھنے لگے۔ سلمان بولے سو جاؤ۔ اس پر ابودرداء سو گئے۔ (رات گئے پھر کسی وقت) اُٹھے اور (نماز کے لئے) جانے لگے تو سلمان نے پھر کہا سو جاؤ۔ ابودرداء پھر سو گئے۔ اخیر رات میں سلمان نے کہا، اب اُٹھو۔ چنانچہ دونوں نے اُٹھ کر نماز ادا کی۔ پھر سلمان کہنے لگے، تمہارے رب کا بھی تم پر حق ہے، اور نفس کا بھی، اور گھر والوں کا بھی۔ لہذا ہر ایک حقدار کا حق ادا کرو۔ دن میں جب ابودرداء حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ سے اس کا تذکرہ

(۱) ۱۔ بخاری، الصبح، ۲: ۶۹۴، رقم: ۱۸۶۷

۲۔ ترمذی، الجامع الصبح، ۲: ۶۰۸، رقم: ۲۴۱۳

۳۔ ابویعلیٰ، المسند، ۲: ۱۹۳، رقم: ۸۹۸

۴۔ واسطی، تاریخ واسط، ۱: ۲۳۳

۵۔ ابن عبد البر، الاستیعاب، ۲: ۶۳۷

۶۔ زلیحی، نصب الراية، ۲: ۴۶۵

کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: سلمان نے سچ کہا۔“

اسی طرح کا واقعہ حضرت عثمان بن مظعون ؓ سے متعلق بیان ہوا ہے۔ حضرت عثمان بہت عبادت گزار اور راہبانہ زندگی بسر کرنے والے تھے۔ ایک دن ان کی بیوی خولہ بنت حکیم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئیں، تو انہوں نے دیکھا کہ وہ ہر طرح کے زنانہ بناؤ سنگھار سے عاری ہیں۔ پوچھا کہ کیا سبب ہے؟ بولیں کہ میرے میاں دن بھر روزہ رکھتے ہیں، رات بھر نمازیں پڑھتے ہیں۔ میں سنگھار کس کے لئے کروں؟ جب آپ ﷺ تشریف لائے تو حضرت عائشہ نے قصہ بیان کیا۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا:

یا عثمان! ان الرهبانية لم تكتب علينا، أفمالك في أسوة۔ (۱)
”عثمان ہمیں رهبانیت کا حکم نہیں ہوا ہے۔ کیا تمہارے لئے میرا طرزِ زندگی پیروی کے لائق نہیں۔“

آپ ﷺ نے اس بارے میں صحابہ سے خاص طور پر فرمایا:
والله اني لأخشاكم لله و اتقاكم له لكنني أصوم و أفطر و أصلي و أرقد، و اتزوج النساء فمن رغب عن سنتي فليس مني۔ (۲)

(۱) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۶: ۲۲۶، رقم: ۲۵۹۳۵

۲۔ ابن حبان، الصحیح، ۱: ۱۸۵، رقم: ۹

۳۔ عبدالرزاق، المصنف، ۶: ۶۸، رقم: ۱۰۳۷۵

۴۔ عبدالرزاق، المصنف، ۷: ۱۵۰، رقم: ۱۲۵۹۱

۵۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۹: ۳۸، رقم: ۸۳۱۹

۶۔ بیہقی، موارد النعمان، ۱: ۳۱۳، رقم: ۱۲۸۸

۷۔ ابن جوزی، صفوة الصفوة، ۱: ۲۵۲

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۱۹۴۹، رقم: ۴۷۷۶

۲۔ مسلم، صحیح، ۲: ۱۰۲۰، رقم: ۱۴۰۱

۳۔ نسائی، السنن، ۶: ۶۰، رقم: ۳۲۱۷

”خدا کی قسم، میں تمہاری نسبت خدا سے بہت زیادہ ڈرتا ہوں اور بہت متقی ہوں۔ اس کے باوجود روزہ بھی رکھتا ہوں، اور افطار بھی کرتا ہوں۔ نماز بھی پڑھتا ہوں، سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ پس جو میری سنت سے روگردانی کرے گا، وہ میرے طریقے پر نہیں۔“

اس کے مقابلے میں عورت کو بھی یہ حکم دیا کہ وہ شوہر کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ نہ رکھے۔ ارشاد فرمایا:

لا تصوم المرأة و بعلمها شاهد إلا باذنہ (۱)

-
-۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۱: ۱۹۰، رقم: ۱۴
- ۵۔ ابن حبان، الصحیح، ۲: ۲۰، رقم: ۳۱۷
- ۶۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۷: ۷، رقم: ۱۳۲۲۶
- ۷۔ احمد بن حنبل، مسند، ۲: ۱۵۸، رقم: ۶۴۷۸
- ۸۔ عبد بن حمید، مسند، ۱: ۳۹۲، رقم: ۱۳۱۸
- ۹۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲: ۳۸۱، رقم: ۵۳۷۷
- ۱۰۔ منذری، الترغیب والترہیب، ۳: ۳۰، رقم: ۲۹۵۳
- ۱۱۔ دیلمی، الفردوس بما ثور الخطاب، ۴: ۳۵۸، رقم: ۷۰۳۰
- ۱۲۔ عسقلانی، فتح الباری، ۹: ۱۰۵
- (۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۱۹۳، رقم: ۲۸۹۶
- ۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۳: ۱۵۱، رقم: ۷۸۲
- ۳۔ ابوداؤد، السنن، ۲: ۲۳۰، رقم: ۲۲۵۸
- ۴۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۲: ۲۴۷، رقم: ۳۲۸۹
- ۵۔ دارمی، السنن، ۲: ۲۱، رقم: ۱۷۲۰
- ۶۔ ابن حبان، الصحیح، ۸: ۳۳۹، رقم: ۳۵۷۲
- ۷۔ ابن خزیمہ، الصحیح، ۳: ۳۱۹، رقم: ۲۱۶۸
- ۸۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۱۹۱، رقم: ۷۳۲۹

←

”اپنے خاوند کی موجودگی میں عورت (نفلی) روزہ نہ رکھے مگر اس کی اجازت سے۔“

حضور نبی اکرم ﷺ نے بیوی کے حق کی اہمیت کو اپنی سنت مبارکہ سے واضح فرمایا۔ آپ کا طریقہ مبارک یہ تھا کہ کسی سفر یا غزوہ پر تشریف لے جاتے تو بیویوں میں قرعہ ڈالتے اور جس کے نام قرعہ نکل آتا، اُسے ساتھ لے جاتے۔ (۱)

ایک رات حضرت عمرؓ حسب معمول شہر میں گشت کر رہے تھے کہ انہوں نے ایک عورت کی زبان سے یہ شعر سنے:

تطاول هذا الليل تسرى كواكبہ
وارقنی ان لا ضجیع ألاعبہ
فوالله لولا الله تخشی عواقبہ
لوحزح من هذا السیر جوانبہ (۲)

(یہ رات کس قدر لمبی ہو گئی ہے۔ اور اس کے کنارے کس قدر چھوٹے ہو گئے ہیں اور میں رو رہی ہوں کہ میرا شوہر میرے پاس نہیں ہے کہ اس کے ساتھ ہنس کھیل کر اس رات کو گزار دوں۔ خدا کی قسم خدا کا ڈرنہ ہوتا تو اس تخت کے پائے ہلا دیئے جاتے۔)

حضرت عمرؓ نے یہ سُن کر افسوس کیا اور فوراً اپنی صاحبزادی اُم المؤمنین حضرت ھصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور پوچھا بیٹی! ایک عورت شوہر کے بغیر کتنے دن گزار سکتی ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ”چار ماہ۔“ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے یہ حکم جاری کر دیا کہ کوئی شخص چار ماہ سے زیادہ فوج کے ساتھ باہر نہ رہے۔ خود قرآن حکیم نے یہ معیار مقرر کی ہے:

----- ۹۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۴: ۱۹۲، رقم: ۷۶۳۹

۱۰۔ بیہقی، مجمع الزوائد، ۳: ۲۰۰

(۱) بخاری، صحیح، ۵: ۱۹۹۹، رقم: ۴۹۱۳

(۲) سیوطی، تاریخ الخلفاء، ۱۳۹

لِّلَّذِينَ يُؤْلُونَ مِن نِّسَاتِهِمْ تَرْبُصُ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ فَإِنْ فَاءَ وَ فَإِنْ اللَّهُ
غَفُورٌ رَّحِيمٌ (۱)

”جو لوگ اپنی بیویوں کے قریب نہ جانے کی قسم کھالیں، ان کے لئے چار مہینے کی مہلت ہے۔ پھر اگر وہ (اس مدت کے اندر) رجوع کر لیں (اور آپس میں میل ملاپ کر لیں) تو اللہ رحمت سے بخشنے والا ہے۔“

گویا یہاں قرآن حکیم نے اس امر کو واضح کر دیا کہ خاوند اور بیوی زیادہ سے زیادہ چار ماہ تک علیحدہ رہ سکتے ہیں، اس سے تجاوز نہیں کر سکتے۔ اگر وہ اس دوران صلح کر لیں تو درست ہے۔ اس سے زیادہ بیوی اور شوہر کا الگ الگ رہنا دونوں کے لئے جسمانی، روحانی اور اخلاقی لحاظ سے مضر ہے۔ یہی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے جواب کا مقصود تھا اور اسی کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم نافذ کیا۔

۷۔ کفالت کا حق

مرد کو عورت کی جملہ ضروریات کا کفیل بنایا گیا ہے۔ اس میں اُس کی خوراک، سکونت، لباس، زیورات وغیرہ شامل ہیں:

الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَ بِمَا
انْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ۔ (۲)

”مرد عورتوں پر محافظ و منتظم ہیں اس لیے کہ اللہ نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے، اور اس وجہ سے (بھی) کہ مرد (ان پر) اپنے مال خرچ کرتے ہیں۔“

وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُنِيمَ
الرِّضَاعَةُ وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ لَا
تُكَلِّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا لَا تُضَارَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُودٌ لَهُ بِوَلَدِهِ

(۱) القرآن، البقرہ، ۲: ۲۲۶

(۲) القرآن، النساء، ۴: ۳۴

وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذَلِكَ ۚ فَإِنْ أَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا
وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ۚ وَإِنْ أَرَدْتُمْ أَنْ تَسْتَرْضِعُوا أَوْلَادَكُمْ
فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِذَا سَلَّمْتُمْ مَا آتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَاتَّقُوا اللَّهَ
وَعَلَّمُوا أَنْ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ (۱)

”اور مائیں اپنے بچوں کو دو برس تک دودھ پلائیں یہ (حکم) اس کے لئے ہے جو دودھ پلانے کی مدت پوری کرنا چاہے، اور دودھ پلانے والی ماؤں کا کھانا اور پہننا دستور کے مطابق بچے کے باپ کے ذمہ ہے، کسی جان کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہ دی جائے (اور) نہ ماں کو اس کے بچے کے باعث نقصان پہنچایا جائے اور نہ باپ کو اس کی اولاد کے سبب سے، اور وارثوں پر بھی یہی حکم عائد ہوگا، پھر اگر ماں باپ دونوں باہمی رضامندی اور مشورے سے (دو برس سے پہلے ہی) دودھ چھڑانا چاہیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں، اور پھر اگر تم اپنی اولاد کو (دایہ سے) دودھ پلانے کا ارادہ رکھتے ہو تب بھی تم پر کوئی گناہ نہیں جبکہ جو تم دستور کے مطابق دیتے ہو انہیں ادا کر دو، اور اللہ سے ڈرتے رہو اور یہ جان لو کہ بے شک جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اُسے خوب دیکھنے والا ہے“

وَلِلْمُطَلَّاقِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ (۲)

”اور طلاق یافتہ عورتوں کو بھی مناسب طریقے سے خرچ دیا جائے، یہ پرہیزگاروں پر واجب ہے“

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعَدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا الْعِدَّةَ
وَاتَّقُوا اللَّهَ رَبَّكُمْ لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا أَنْ
يَأْتِيَنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبِينَةٍ (۳)

(۱) القرآن، البقرہ، ۲: ۲۳۳

(۲) القرآن، البقرہ، ۲: ۲۴۱

(۳) القرآن، الطلاق، ۱: ۶۵

”اے نبی (آپ مسلمانوں سے فرمادیں کہ) جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت کے زمانے سے پہلے ان کو طلاق دو (یعنی حالت طہر میں) اور عدت کا حساب رکھو، اور اللہ سے جو تمہارا پروردگار ہے ڈرتے رہو، ان کو ان کے گھروں سے نہ نکالو اور وہ خود بھی نہ نکلیں ہاں اگر وہ صریح بے حیائی کریں (تو ان کو نکال دو)۔“

اَسْكُنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِنْ وُجْدِكُمْ وَلَا تَضَارُّوهُنَّ لِتَضَيُّقُوا عَلَيْهِنَّ وَإِنْ كُنَّ أُولَاتٍ حَمْلٍ فَأَنْفِقُوا عَلَيْهِنَّ حَتَّى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ فَإِنْ أَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاتُّوهُنَّ أَجُورَهُنَّ وَأَتَمُّوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوفٍ وَإِنْ تَعَاَسَرْتُمْ فُسْتُرْضِعْ لَهُ أُخْرَى ۚ لِيُنْفِقَ ذُو سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهِ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنْفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللَّهُ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا مَا آتَاهَا ۚ سَيَجْعَلُ اللَّهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُسْرًا ۝ (۱)

” (جن کو تم نے طلاق دی ہے) ان کو اپنی حیثیت کے مطابق رہنے کا گھر دو جہاں تم خود رہتے ہو اور انہیں تنگ کرنے کے لیے تکلیف نہ دو اور اگر وہ حاملہ ہوں تو بچہ پیدا ہونے تک ان پر خرچ کرتے رہو پھر اگر وہ (بچہ کو) تمہاری خاطر دودھ پلائیں تو ان کو ان کا (شرعی) حق دو، اور آپس میں دستور کے مطابق مشورہ کر لیا کرو اور اگر (ابھی تک) تمہاری باہمی کشمکش ہے تو کوئی اور (عورت بچہ کو) دودھ پلائے گی ۝ صاحب وسعت کو اپنی وسعت (اور مقدور) کے مطابق خرچ کرنا چاہیے اور جس کے رزق میں تنگی ہو اس کو چاہیے کہ جتنا اللہ نے دیا ہے اسی میں سے (بچہ کی نگہداشت پر) خرچ کرے، اللہ کسی پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اسی قدر جتنا اس کو دیا ہے۔ اللہ عنقریب تنگی کے بعد فراخی عطا فرمائے گا ۝“

حضور نبی اکرم ﷺ نے احادیث مبارکہ میں عورت کے اس حق کی پاسداری کی تلقین فرمائی:

فاتقوا الله في النساء فإنكم أخذتموهن بأمان الله واستحللتم
فروجهن بكلمة الله، ولكم عليهن أن لا يوطئن فرشكم أحدا
تكروهونه، فإن فعلن ذلك فاضربوهن ضربا غير مبرح، ولهن
عليكم رزقهن و كسوتهن بالمعروف۔ (۱)

”عورتوں کے معاملے میں اللہ سے ڈرتے رہو کیونکہ تم نے انہیں اللہ کی امانت
کے طور پر اپنے ماتحت کیا ہے اور اللہ کے کلمہ (نکاح) سے انہیں اپنے لئے
حلال کیا ہے۔ ان پر تمہارا حق یہ ہے کہ وہ کسی آدمی کو تمہارا بستر نہ روندنے

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۲: ۸۸۹، کتاب الحج، رقم: ۱۲۱۸

۲۔ ابن ماجہ، السنن، ۲: ۱۰۲۵، رقم: ۳۰۷۴

۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۲: ۳۱۱، رقم: ۲۵۷۹

۴۔ دارمی، السنن، ۲: ۶۹، رقم: ۱۸۵۰

۵۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۳: ۳۳۶، رقم: ۱۴۷۰۶

۶۔ عبد بن حمید، المسند، ۱: ۳۳۳، رقم: ۱۱۳۵

۷۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۷: ۱۴۴، رقم: ۱۳۶۰۱

۸۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۷: ۲۹۵، رقم: ۱۴۵۰۲

۹۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۱: ۲۷۲

۱۰۔ ابن حزم، المحلی، ۹: ۵۱۰، رقم: ۷۲۱۰

۱۱۔ ابن قدامہ، المغنی، ۳: ۲۰۳

۱۲۔ اندلسی، حجتہ الوداع، ۱: ۱۶۹، رقم: ۹۲

۱۳۔ محمد بن اسحاق، اخبار مکہ، ۳: ۱۲۷، رقم: ۱۸۹۱

۱۴۔ ابونعیم، المسند، ۳: ۳۱۸، رقم: ۲۸۲۸

۱۵۔ ابوطیب، عون المعبود، ۵: ۲۶۳

۱۶۔ ابن حبان، الثقات، ۲: ۱۲۸

۱۷۔ اندلسی، تحفۃ المحتاج، ۲: ۱۶۱

دیں جسے تم ناپسند کرتے ہو۔ اگر وہ ایسا کریں تو تم اُن کو ایسی سزا دو جس سے چوٹ نہ لگے اور ان کا تمہارے اوپر یہ حق ہے کہ تم انہیں دستور (شرعی) کے موافق خوراک اور لباس فراہم کرو۔“

۲۔ حکیم بن معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں:

أَنْ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ: مَا حَقُّ الْمَرْأَةِ عَلَى الزَّوْجِ؟ قَالَ: أَنْ يَطْعَمَهَا إِذَا طَعِمَ، وَ أَنْ يَكْسُوَهَا إِذَا اكْتَسَى، وَلَا يَضْرِبُ الْوَجْهَ، وَلَا يَقْبِضَ، وَلَا يَهْجُرُ إِلَّا فِي الْبَيْتِ۔ (۱)

”ایک آدمی نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں عرض کیا: عورت کا خاوند پر کیا حق ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جب خود کھائے تو اسے بھی کھلائے، جب خود پہنے تو اسے بھی پہنائے، اس کے منہ پر نہ مارے، اُسے برانہ کہے اور گھر کے علاوہ تنہا کہیں نہ چھوڑے۔“

۳۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بیوی ہندہ کے اپنے خاوند کی کنجوسی کی شکایت کرنے پر آپ ﷺ نے فرمایا:

خَذِي مَا يَكْفِيكَ وَ وَلَدِكَ بِالْمَعْرُوفِ۔ (۲)

(۱) ۱۔ ابن ماجہ، السنن، ۱: ۵۹۳، رقم: ۱۸۵۰

۲۔ ابوداؤد، السنن، ۲: ۲۴۴، رقم: ۲۱۴۲

۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۳: ۴۶۶، رقم: ۱۱۶۲

۴۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۵: ۳۷۳، رقم: ۱۹۷۱

۵۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۶: ۳۲۳، رقم: ۱۱۰۴

۶۔ ابن حبان، الصحیح، ۹: ۴۸۲، رقم: ۴۱۷۵

۷۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۷: ۲۹۵

۸۔ بیہقی، موارد الطمان، ۳: ۳۱۳، رقم: ۱۲۸۶

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۰۵۲، رقم: ۵۰۴۹

۲۔ ابن ماجہ، السنن، ۲: ۶۹، رقم: ۲۲۹۳

۳۔ دارمی، السنن، ۲: ۲۱۱، رقم: ۲۲۵۹

←

”تو (ابوسفیان کے مال سے) اتنا مال لے سکتی ہے جو تجھے اور تیرے بچوں کے لئے باعزت طور پر کافی ہو۔“

اگر نفقہ واجب نہ ہوتا تو آپ ﷺ اسے ابوسفیان کی اجازت کے بغیر مال لینے کی اجازت نہ فرماتے۔

مسلم فقہاء نے عورت کے اس حق کو نہ صرف قرآن و سنت بلکہ اجماع و عقلی طور پر بھی ثابت قرار دیا۔ الکاسانی کے مطابق:

”جہاں تک اجماع سے وجوب نفقہ کا معاملہ ہے تو اس سلسلے میں پوری امت کا اجماع ہے کہ خاوند پر بیوی کا نفقہ واجب ہے۔

”عقلی طور پر شوہر پر بیوی کا نفقہ واجب ہونا اس طرح ہے کہ وہ خاوند کے حق کے طور پر اس کی قید نکاح میں ہے۔ دوسرے یہ کہ اس کی قید نکاح کا نفع بھی خاوند ہی کو لوٹ رہا ہے لہذا اس کی کفالت بھی خاوند کے ذمہ ہی ہونی چاہئے۔ اگر اس کی کفالت کی ذمہ داری خاوند پر نہ ڈالی جائے اور نہ وہ خود خاوند کے حق کے باعث باہر نکل کر کما سکے تو اس طرح وہ ہلاک ہو جائے گی لہذا اس کا نفقہ خاوند کے ذمہ ہے چنانچہ یہی وجہ ہے کہ قاضی کا خرچہ مسلمانوں کے بیت المال سے مقرر کیا گیا ہے کیونکہ وہ انہی کے کام میں مجبوں (روکا گیا) ہے اور کسی دوسرے ذریعے سے کمائی نہیں کر سکتا لہذا اس کے اخراجات ان کے مال یعنی بیت المال سے وضع کئے جائیں گے۔ اسی طرح یہاں (عورت کے نفقہ میں) ہے۔“ (۱)

.....۴۔ ابن راہویہ، المسند، ۲: ۲۲۴، رقم: ۷۳۲

۵۔ ابویعلیٰ، المسند، ۸: ۹۸، رقم: ۴۶۳۶

۶۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۱۰: ۲۷۰، رقم: ۲۱۸۷

۷۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۸: ۲۳۷

۸۔ ابن قدامہ، المغنی، ۸: ۱۵۶، ۸: ۱۶۱، ۱۰: ۲۷۶

۹۔ شوکانی، نیل الاوطار، ۷: ۱۳۱

(۱) کاسانی، بدائع الصنائع، ۴: ۴۶

vi- اعتماد کا حق

عورت کا مرد پر یہ بھی حق ہے کہ وہ عورت پر اعتماد کرے، گھر کے معاملات میں اس سے مشورہ کرتا رہے۔ خود حضور نبی اکرم ﷺ کا عمل اس معاملے میں یہی تھا۔ قرآن حکیم میں ہے:

وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلَىٰ بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا فَلَمَّا نَبَأَتْ بِهِ وَأَظْهَرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ عَرَفَ بَعْضُهُ وَاعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ- (۱)

”اور جب نبی ﷺ نے اپنی ایک بیوی سے راز کی بات کہی اور اس بیوی نے یہ راز فاش کر دیا اور اللہ نے نبی ﷺ کو اس معاملے سے آگاہ کر دیا، تو نبی ﷺ نے (اس بیوی کو سارا حال نہ بتایا بلکہ) اس کا کچھ حصہ بتایا۔“

گھریلو معاملات میں عورت، مرد کی راز دان ہے لیکن اگر عورت غلطی یا نادانی سے کوئی خلاف مصلحت کام کر بیٹھے تو مرد کو چاہیے کہ اس کی تشہیر نہ کرے، نہ اسے اعلانیہ ملامت کرے، جس سے معاشرے میں اس کی سبکی ہو۔ عورت کی عزت و وقار کی حفاظت مرد کا فرض اولین ہے کیونکہ یہ خود اس کی عزت اور وقار ہے۔ عورت کی سبکی اُس کی عزت اور وقار کے مجروح ہونے کا باعث بنتی ہے۔ مرد کو چاہیے کہ اسے اس کی غلطی سے آگاہ کر دے اور آئندہ کے لئے اسے محتاط رہنے کا مشورہ دے۔ قرآن حکیم نے عورت اور مرد کے تعلقات کو ایک نہایت لطیف مثال کے ذریعے بیان کیا ہے۔

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ- (۲)

”عورتیں تمہارے لئے لباس (کا درجہ رکھتی) ہیں اور تم ان کے لئے لباس (کا درجہ رکھتے) ہو۔“

اور لباس سے متعلق ایک دوسری جگہ کہا:

يَبْنِيٰ أَدَمَ قَدْ أَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُؤَارِي سَوَاتِكُمْ وَرِيشًا- (۳)

(۱) القرآن، التحریم، ۳: ۶۶

(۲) القرآن، البقرہ، ۲: ۱۸۷

(۳) القرآن، الاعراف، ۷: ۲۶

”اے لوگو! ہم نے تمہیں لباس دیا ہے، جو تمہارے عیب ڈھانکتا ہے اور تمہاری زینت (اور آرائش کا ذریعہ) ہے۔“

یعنی مرد اور عورت ایک دوسرے کی خامیوں اور کوتاہیوں کا ازالہ کرنے والے ہیں۔ مرد کا فرض ہے کہ وہ عورت کی غلطیوں پر پردہ ڈالے اور عورت کو چاہیے کہ وہ مرد کے نقائص ظاہر نہ ہونے دے۔

vii- حسن سلوک کا حق

ازدواجی زندگی میں اگر مرد اور عورت کے ایک دوسرے پر حقوق ہیں تو ذمہ داریاں بھی ہیں۔ پہلے مرد کو حکم دیا:

عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ۔ (۱)

”عورتوں کے ساتھ معاشرت میں نیکی اور انصاف ملحوظ رکھو۔“

اسلام سے پہلے عرب میں عورت کی خاندانی زندگی نہایت قابلِ رحم تھی۔ قدر و منزلت تو درکنار اسے جانوروں سے زیادہ وقعت نہیں دی جاتی تھی۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ

ان كنا في الجاهلية ما نعد للنساء امرا حتى انزل الله تعالى فيهن

ما انزل و قسم لهن ما قسم۔ (۲)

”خدا کی قسم زمانہ جاہلیت میں ہماری نظر میں عورتوں کی کوئی حیثیت نہیں تھی، حتیٰ کہ خدا نے ان سے متعلق جو احکام نازل کرنا چاہے نازل کر دیئے اور جو حقوق

(۱) القرآن، النساء، ۴: ۹

(۲) ۱۔ مسلم، الحج، ۲: ۱۱۰۸، رقم: ۱۴۷۹

۲۔ بخاری، الحج، ۴: ۱۸۸۶، رقم: ۴۶۲۹

۳۔ ابوعوانہ، المسند، ۳: ۱۶۷

۴۔ عسقلانی، فتح الباری، ۸: ۶۵۸، رقم: ۴۶۲۹

۵۔ عسقلانی، فتح الباری، ۹: ۲۸۱

ان کے مقرر کرنا تھے، مقرر کر دیئے۔“

اور تو اور عورت، جانوروں اور دوسرے ساز و سامان کی طرح رہن تک رکھی

جاسکتی تھی۔ (۱)

وہ رہن ہی نہیں رکھی جاتی تھی بلکہ فروخت بھی کی جاتی تھی غرضیکہ وہ محض مرد کی خواہشات نفسانی کی تسکین کا ذریعہ تھی اور مرد پر اس کی طرف سے کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی تھی۔ اسلام نے بتایا کہ عورت کے بھی مرد پر ایسے ہی حقوق ہیں جیسے مرد کے عورت پر ہیں اور وہ ہر طرح کے انصاف اور نیک سلوک کی حقدار ہے۔

اسلام نے نکاح کو ایک معاہدہ قرار دے کر بھی اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَ اَخْلَدْنَ مِنْكُمْ مِّيثَاقًا غَلِيظًا (۲)

”اور تمہاری عورتیں تم سے مضبوط عہد لے چکی ہیں ۰“

اس ”مضبوط عہد“ کی تفسیر خود حضور نبی اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبے میں

یوں فرمائی:

اتقوا الله في النساء فانكم اخذتموهن بامانة الله۔ (۳)

(۱) بخاری، الصحیح، ۲: ۸۸۷، رقم: ۲۳۷۵

(۲) القرآن، النساء، ۴: ۲۱

(۳) ۱۔ ابوداؤد، السنن، ۲: ۸۵، رقم: ۱۹۰۵

۲۔ ابن ماجہ، السنن، ۲: ۱۰۲۵، رقم: ۳۰۷۷

۳۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۲: ۴۲۱، رقم: ۴۰۰۱

۴۔ ابن خزیمہ، الصحیح، ۴: ۲۵۱، رقم: ۲۸۰۹

۵۔ دارمی، السنن، ۲: ۶۹، رقم: ۱۸۵۰

۶۔ عبد بن حمید، المسند، ۱: ۳۳۳، رقم: ۱۱۳۵

۷۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۵: ۸

۸۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۷: ۱۲۴، ۲۹۵، ۳۰۴

۹۔ ابن قدامہ، المغنی، ۳: ۲۰۳

”عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو، کیونکہ تم نے انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور امانت لیا ہے۔“

گویا نکاح کو ایک امانت قرار دیا ہے اور جیسے ہر ایک معاہدے میں دونوں فریقوں کے کچھ حقوق ہوتے ہیں اور ان پر کچھ ذمہ داریاں بھی عائد ہوتی ہیں، اسی طرح امانت کا حال ہے۔ چونکہ نکاح ایک معاہدہ اور ایک امانت ہے، اس لئے جیسے مرد کے عورت پر بعض حقوق ہیں، ویسے ہی عورت کی طرف سے اس کے ذمے بعض فرائض بھی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سب سے پہلے عورتوں سے گھریلو زندگی میں نیکی اور انصاف کا سلوک کرنے کا حکم دیا گیا۔ اس حسن سلوک کی تاکید کرتے ہوئے حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

خیر کم خیر کم لأہلہ۔ (۱)

”تم میں سے اچھا وہی ہے جو اپنے اہل (یعنی بیوی بچوں) کے لئے اچھا ہے۔“

viii- تشدد سے تحفظ کا حق

خاوند پر بیوی کا یہ حق ہے کہ وہ بیوی پر ظلم اور زیادتی نہ کرے:

وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضَرَارًا لِّتَعْتَدُوا وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ
وَلَا تَتَّخِذُوا آيَاتِ اللَّهِ هُزُوًا۔ (۲)

(۱) ۱- ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۹۰۷، رقم: ۳۸۹۵

۲- ابن ماجہ، السنن، ۱: ۶۳۶، رقم: ۱۹۷۷

۳- ابن حبان، الصحیح، ۹: ۴۸۴، رقم: ۴۱۷۷

۴- دارمی، السنن، ۲: ۲۱۳، رقم: ۲۳۶۰

۵- بزار، المسند، ۳: ۱۹۷، رقم: ۹۷۴

۶- طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۹: ۳۶۳، رقم: ۸۵۳

۷- قضاعی، مسند الشہاب، ۲: ۲۲۷، رقم: ۱۲۴۳

۸- بیہقی، السنن الکبریٰ، ۷: ۴۶۸

(۲) القرآن، البقرہ، ۲: ۲۳۱

”اور ان کو ضرر پہنچانے اور زیادتی کرنے کے لئے نہ روکے رکھو۔ جو ایسا کرے گا اس نے گویا اپنے آپ پر ظلم کیا اور اللہ کے احکام کو مذاق نہ بنا لو۔“

یہ آیت ان احکام سے متعلق ہے جہاں خاوند کو بار بار طلاق دینے اور رجوع کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ بعض خاوند بیوی کو دق کرنا چاہتے ہیں اس لئے اسے معروف طریقے سے طلاق دے کر آزاد نہیں کر دیتے، بلکہ طلاق دیتے ہیں اور پھر رجوع کر لیتے ہیں، پھر طلاق دیتے ہیں اور پھر کچھ دن کے بعد رجوع کر لیتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عورت ایک دائمی اذیت میں مبتلا رہتی ہے۔ یہ گویا اللہ کے احکام اور رعایتوں سے تمسخر ہے۔ اس سے منع فرمایا گیا کہ ان کو ظلم اور زیادتی کے لئے نہ روک رکھو۔ اس آیت مبارکہ میں یہاں ایک عام اصول بیان کر دیا ہے کہ عورت پر ظلم اور زیادتی نہ کرو۔ ظلم اور زیادتی کی تعیین نہیں کی، کیونکہ یہ جسمانی بھی ہو سکتی ہے، ذہنی اور روحانی بھی۔

ix۔ بچوں کی پرورش کا حق

اس امر میں اُمت مسلمہ کا اجماع ہے کہ بچہ کی پرورش کی مستحق سب سے پہلے اُس کی ماں ہے۔ البتہ اس امر میں اختلاف ہے کہ بچہ یا بچی کی پرورش کا حق ماں کو کتنی عمر تک رہتا ہے۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک جب بچہ خود کھانے پینے، لباس پہننے اور استنجاء کرنے لگے تو اُس کی پرورش کا حق ماں سے باپ کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ لڑکے کی اس حالت کو پہنچنے کی عمر کا اندازہ علامہ خفاف نے سات آٹھ سال بیان کیا ہے، البتہ ماں کو لڑکی کی پرورش کا حق اس کے بالغ ہونے تک ہے۔ یہی قول امام ابو یوسف کا ہے۔ امام محمد کے نزدیک جب لڑکی میں نفسانی خواہش ظاہر ہو تو اس وقت تک ماں کو پرورش کا حق حاصل ہے۔ متاخرین احناف نے امام محمد کے قول کو پسند کیا ہے۔ (۱)

ماں کو بچہ کی پرورش کا حق حاصل ہونے کے بارے میں قرآن کریم میں کوئی آیت ظاہر نص کے طور پر تو موجود نہیں مگر اقتضاء نص کے طور پر فقہاء کرام نے آیت

(۱) ۱۔ داماد آفندی، مجمع الانہر، ۱: ۴۸۱، ۴۸۲

۲۔ کاسانی، بدائع الصنائع، ۴: ۴۲

۳۔ ابن ہمام، فتح القدیر، ۳: ۳۱۶

رضاعت وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُنْتِمْ
الرَّضَاعَةَ سے ثابت کیا ہے کہ مغرسنی میں بچہ کی پرورش کا حق ماں کو حاصل ہے۔
فقہاء کرام نے مذکورہ آیت مبارکہ کے ساتھ ساتھ درج ذیل احادیث سے بھی
استدلال کیا ہے:

۱۔ جب حضور نبی اکرم ﷺ فتح مکہ کے بعد نکلے تو حمزہ کی بیٹی نے آپ ﷺ کا
تعاقب کیا اور آواز دی: اے چچا! اے چچا! پس حضرت علیؓ نے اس بچی کا ہاتھ پکڑ لیا
اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا: اپنے چچا کی بیٹی کو لو۔ چنانچہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے
اُسے اٹھا لیا۔ اس بارے میں حضرت زید، علی اور جعفرؓ کا جھگڑا ہو گیا۔ حضرت علیؓ
نے کہا: میں نے اسے لے لیا ہے کیونکہ وہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور جعفر نے کہا: وہ
میرے چچا کی بیٹی ہے اور اس کی خالہ میرے نکاح میں ہے جبکہ زید نے کہا کہ وہ میرے
بھائی کی بیٹی ہے۔ پس رسول اکرم ﷺ نے اس کی خالہ کے حق میں فیصلہ دیا اور فرمایا:

النخالة بمنزلة الأم۔ (۱)

”خالہ ماں کے درجہ میں ہے۔“

۲۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے مروی ہے کہ ایک عورت رسول اکرم ﷺ کی
خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا:

یا رسول اللہ! ان ابنی هذا، کان بطنی له وعاء، و ثدیٰ له سقاء، و
حجری له حواء، و إن أباه طلقنی و أراد أن ینتزعہ منی

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۲: ۹۶۰، رقم: ۲۵۵۲

۲۔ بخاری، الصحیح، ۴: ۱۵۵۱، رقم: ۴۰۰۵

۳۔ ابوداؤد، السنن، ۲: ۲۸۴، رقم: ۲۲۸۰

۴۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۵: ۱۲۷، ۶۸، رقم: ۸۴۵۶، ۸۵۷۸

۵۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۸: ۵، ۶

۶۔ مقدسی، الأحادیث المختارہ، ۲: ۳۹۲، ۳۹۳، رقم: ۷۷۹

”اے اللہ کے رسول! یہ میرا بیٹا ہے جس کے لئے میرا پیٹ ظرف تھا اور میری چھاتی مشکیزہ اور میری گود اس کے لئے پناہ گاہ تھی۔ اس کے باپ نے مجھے طلاق دی ہے اور وہ چاہتا ہے کہ اسے مجھ سے لے لے۔“
اس پر رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

أنت أحق به ما لم تنكحى۔ (۱)

”تو اپنے بچہ کی زیادہ مستحق ہے جب تک کہ تو (دوسرا) نکاح نہ کر لے۔“

۳۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک انصاری عورت اُمّ عاصم کو طلاق دی۔ عاصم اپنی نانی کے زیر پرورش تھا۔ اُس کی نانی نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں تنازعہ پیش کیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فیصلہ دیا:

أن يكون الولد مع جدته، و النفقة على عمر، و قال: هي أحق به۔ (۲)

”لڑکا اپنی نانی کے پاس رہے گا، عمر کو نفقہ دینا ہو گا۔ اور کہا: یہ نانی اس بچہ کی پرورش کرنے کی زیادہ حق دار ہے۔“

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس لڑکے کی ماں کے حق میں

(۱) ۱۔ ابوداؤد، السنن، ۲: ۲۸۳، رقم: ۲۲۷۶

۲۔ احمد بن حنبل، المستدرک، ۲: ۱۸۴

۳۔ عبدالرزاق، المصنف، ۷: ۱۵۳، رقم: ۲۲۷۶

۴۔ دارقطنی، السنن، ۳: ۳۰۴، ۳۰۵

۵۔ حاکم، المستدرک، ۲: ۲۲۵

۶۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۸: ۵۴

۷۔ بیہقی نے مجمع الزوائد (۴: ۳۲۳) میں کہا ہے کہ اسے احمد نے روایت کیا ہے اور

اس کے رجال ثقہ ہیں۔

(۲) ۱۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۸: ۵۵

۲۔ عبدالرزاق، المصنف، ۷: ۱۵۵، رقم: ۱۲۶۰۲

فیصلہ کیا پھر فرمایا کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

لا تولہ والدۃ عن ولدہا۔ (۱)

”والدہ کو اس کے بچہ سے مت چھڑاؤ۔“

عبدالرحمن بن ابی زناد اہل مدینہ سے فقہاء کا قول روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر ؓ نے حضرت عمر بن خطاب ؓ کے خلاف ان کے بیٹے عاصم کے حق میں فیصلہ کیا کہ اس کی پرورش اس کی نانی کرے گی یہاں تک کہ عاصم بالغ ہو گیا، اور اُم عاصم اُس دن زندہ تھی اور (دوسرے شخص کے) نکاح میں تھی۔ (۲)

ابو حسین مرغینانی حنفیؒ لکھتے ہیں:

ولأن الأم أشفق وأقدر على الحضانه، فكان الدفع إليها أنظر، و إليه أشار الصديقؓ بقوله: ريقها خير له من شهد و غسل عندك يا عمر۔ (۳)

”یعنی اس لئے کہ ماں بچہ کے حق میں انتہا سے زیادہ شفیق ہوتی ہے اور نگرانی و حفاظت پر مرد کی نسبت زیادہ قدرت رکھتی ہے۔ اسی شفقت کی طرف حضرت صدیق اکبر ؓ نے اپنے اس قول میں اشارہ کیا ہے: اے عمر! بچے کی ماں کا لعاب دہن بچے کے حق میں تمہارے شہد سے بھی زیادہ شیریں ہوگا۔“

مرغینانی مزید لکھتے ہیں:

”باپ کی نسبت ماں اس لئے زیادہ شفیق ہوتی ہے کہ حقیقت میں بچہ ماں کے جسم کا ایک حصہ ہوتا ہے یہاں تک کہ بعض اوقات بچہ کو قینچی کے ذریعے کاٹ کر ماں سے جدا کیا جاتا ہے اور عورت اسی پرورش میں مشغول ہونے کی وجہ سے حضانت پر زیادہ حق رکھتی ہے بخلاف مرد کے کہ وہ مال حاصل کرنے پر

(۱) بیہقی، السنن الکبریٰ، ۵: ۸

(۲) بیہقی، السنن الکبریٰ، ۵: ۸

(۳) مرغینانی، الہدایۃ، ۳: ۲۷

زیادہ قدرت رکھتا ہے۔“

اسی طرح امام شافعی نے استدلال میں یہی احادیث پیش کی ہیں اور والدہ کے تقدم کی علت ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے:

فلما كان لا يعقل كانت الأم أولى به على أن ذلك حق للولد لا

لأبوين، لأن الأم أحنى عليه و أرق من الأب (۱)

”پس جب کہ بچہ ناسمجھ ہو تو ماں اس کی پرورش کی زیادہ حق دار ہے کیونکہ یہ بچہ کا حق ہے نہ کہ والدین کی محبت والفت و شفقت کے درجات کا۔“

ابن قدامہ حنبلی اپنی کتاب المغنی (۷: ۶۱۳، ۶۱۴) میں لکھتے ہیں:

الأم أحق بكفالة الطفل و المعتوة إذا طلقت و لأنها أقرب إليه و أشفق عليه ولا يشار كها في القرب إلا أبوه، و ليس له مثل شفقتها، و لا يتولى الحضانة بنفسه و إنما يدفعه إلى امرأته و أمه أولى به من أم أبيه

”بچے اور عدیم الحقل کی پرورش کی ماں زیادہ حق دار ہے جبکہ اُسے طلاق دے دی گئی ہو..... کیونکہ بچہ سے زیادہ قریب اور زیادہ شفقت رکھنے والی ماں ہوا کرتی ہے۔ اگرچہ اس قرب و شفقت میں باپ کے علاوہ اس کے ساتھ کوئی دوسرا شریک نہیں ہو سکتا مگر اس کے باوجود حقیقت تو یہ ہے کہ باپ بھی ماں جیسی شفقت نہیں رکھتا، اور نانی دادی کی نسبت سے اولیٰ ہوگی۔“

ابن قدامہ مزید لکھتے ہیں:

و الحضانة إنما تثبت لحظ الولد فلا تشرع على وجه يكون فيه هلاكه و هلاك دينه -

”اور حضانت بچے کی بہبود و فلاح کے پیش نظر مقرر کی گئی ہے، لہذا کسی ایسے طریقے پر درست نہ ہوگی جس سے بچے کی ذات اور دین ضائع ہونے کا

(۱) شافعی، الأم، ۸: ۲۳۵

اندیشہ ہو۔“

x- خلع کا حق

اگر عورت اپنی ازدواجی زندگی سے مطمئن نہ ہو اور اپنے شوہر کی بداخلاقی، مکاری یا اُس کی کمزوری سے نالاں ہو جائے اور اُسے ناپسند کرے اور اُسے خوف ہو کہ حدود اللہ کی پاسداری نہ کر سکے گی تو وہ شوہر سے خلع حاصل کر سکتی ہے اور یہ کسی عوض کے بدلے ہو گا جس سے وہ اپنی جان چھڑائے۔ اس کی دلیل یہ آیت قرآنی ہے:

فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ

بہ۔ (۱)

”پس اگر تمہیں خوف ہو کہ وہ اللہ کی حدود قائم نہ رکھ سکیں گے تو (اندریں صورت) ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں کہ بیوی (خود) کچھ بدلہ دے کر (اس تکلیف دہ بندھن سے) آزادی حاصل کر لے۔“

شریعتِ مطہرہ نے طلاق کو صرف شوہر کا حق قرار دیا ہے، کیونکہ شوہر ہی خاص طور سے رشتہ زوجیت قائم رکھنے کا خواہاں ہوتا ہے اور وہ زوجیت کی بناء پر کافی مال خرچ کر چکا ہوتا ہے، اس لئے وہ طلاق نہ دینے کو ترجیح دیتا ہے کیوں کہ طلاق کی صورت میں اسے مؤخر شدہ مہر اور عورت کے دوسرے مالی حقوق ادا کرنا پڑتے ہیں۔

چونکہ بیوی پر شوہر کے کوئی مالی حقوق واجب نہیں ہوتے، اس لئے شریعت نے طلاق کا حق مرد کو دیا ہے اور عورت کے لئے خلع کا حق رکھا ہے تاکہ اس کے پاس بھی تفریق کا حق موجود ہو۔

عورت کے اس حق کو احادیث مبارکہ میں یوں بیان کیا گیا:

عن ابن عباس: أن امرأة ثابت بن قيس أتت النبي ﷺ فقالت: يا رسول الله. ثابت بن قيس، ما اعتب عليه في خلق ولا دين، ولكني أكره الكفر في الإسلام. فقال رسول الله ﷺ: أترددين

(۱) القرآن، البقرہ ۲: ۲۲۹

عليه حليقته؟ قالت: نعم۔ قال رسول الله ﷺ: اقبل الحديقة و

طلقها تطليقة۔ (۱)

”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ثابت بن قیس کی اہلیہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئیں: یا رسول اللہ! میں کسی بات پر ثابت بن قیس سے ناخوش نہیں ہوں، نہ ان کے اخلاق سے اور نہ ان کے دین سے، لیکن میں اسلام میں احسان فراموش بننا ناپسند کرتی ہوں۔ تو حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم ان کا باغ واپس دینا چاہتی ہو؟ انہوں نے کہا: ہاں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ان کا باغ دیدو اور ان سے طلاق لے لو۔“

تاہم اگر شوہر صحیح ہو اور عورت کے تمام شرعی حقوق پورے کرتا ہو تو اس حالت میں خلع لینا درست نہیں ہے۔ حضرت ثوبان ص سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ایما امرأة سألت زوجها الطلاق ما بأس فحرام علیہا رائحة الجنة۔ (۲)

”جو کوئی عورت اپنے شوہر سے بلاوجہ طلاق مانگے اُس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔“

خلع عورت کا ایسا حق ہے کہ جب عورت خلع لے لیتی ہے تو اپنے نفس کی مالک ہو جاتی ہے اور اُس کا معاملہ خود اُس کے ہاتھ میں آ جاتا ہے، کیونکہ اس شخص کی زوجیت سے آزادی کے لئے اس نے مال خرچ کیا ہے۔

خلع کو عورت کے لئے مرد سے چھٹکارے کا ذریعہ بنایا گیا ہے کہ جب وہ اپنے شوہر کو ناپسند کرتی ہو اور اُس کے ساتھ رہنا نہ چاہتی ہو گویا یہ طلاق کی طرح عورت کے

(۱) بخاری، الصحیح، ۵: ۲۰۲۱، رقم: ۴۹۷۱

(۲) احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۲۷۷، رقم: ۲۲۴۳۳

پاس ایک حق ہے اس میں عورت کو شوہر سے لیا ہوا مہر واپس کرنا ہوتا ہے۔
وہ چند صورتیں جن میں عورت کی طرف سے طلاق یا خلع واقع ہوتا ہے، درج ذیل ہیں:

- ۱۔ نکاح کے وقت عورت نے اپنے لئے طلاق کا حق رکھا ہو اور شوہر نے اُس پر موافقت کی ہو۔ اس شرط کو استعمال کرنا اُس کا حق ہے۔
- ۲۔ جب وہ شوہر کی مخالفت کے باعث اپنے نفس پر نافرمانی کے گناہ میں پڑنے کا خوف کرے۔

۳۔ اس سے شوہر کا سلوک برا ہو، یعنی وہ اس پر اُس کے دین یا جان کے بارے میں ظلم روا رکھے اور عورت اس سے مال دے کر طلاق حاصل کرنا چاہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ۔ (۱)

”پھر اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ دونوں اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے، سو (اندریں صورت) ان پر کوئی گناہ نہیں کہ بیوی (خود) کچھ بدلہ دے کر (اس) تکلیف دہ بندھن سے (آزادی لے لے۔“

امام ابو حنیفہؒ بیوی سے ناروا سلوک کرنے والے شوہر کے لئے اس سے مہر لینا بھی مکروہ سمجھتے ہیں، کیونکہ اسلام دین مروت ہے وہ عورت سے برا سلوک قبول نہیں کرتا کہ جب اُسے طلاق دے تو اُس کا مال بھی لے لے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:-

وَإِنْ أَرَدْتُمْ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَآتَيْتُمْ إِحْدَهُمَا قِنْطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا اتَّخَذُوهُ بَهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا (۲)

”اور جب تم ایک کی جگہ دوسری بیوی لانے کا ارادہ کرو اور تم اُن میں سے کسی

(۱) القرآن، البقرہ، ۲: ۲۲۹

(۲) القرآن، النساء، ۴: ۲۰

کو سونے کے ڈھیر بھی دے چکے ہو تو اُس میں سے کچھ نہ لو بھلا تم ناجائز طور پر اور صریح ظلم سے اپنا مال اُس سے واپس لو گے ۵

۴۔ شوہر اپنی بیوی سے جنسی تعلق پر قادر نہ ہو تو عورت اپنا معاملہ عدالت میں پیش کرے گی، قاضی اُسے ایک سال کی مہلت دیگا کہ (وہ علاج کرائے) اس کے بعد اگر وہ جنسی تعلق پر قادر نہ ہو سکے اور عورت علیحدگی کا مطالبہ کرے تو قاضی اُن کے درمیان علیحدگی کرا دے گا۔

۵۔ شوہر مجنون ہو جائے یا اُسے برص یا جزام (کوڑھ) کی بیماری لاحق ہو جائے تو بیوی کے لئے یہ حق ہے کہ وہ عدالت میں معاملہ اٹھائے اور علیحدگی کی مطالبہ کرے، اس پر قاضی اُن میں علیحدگی کرا سکتا ہے۔ (۱)

الغرض عورت کو ہر سطح پر اسلام نے وہ تحفظ اور عزت و احترام عطا کیا جس کی نظیر ہمیں کسی دوسرے نظام زندگی میں نہیں ملتی۔

۴۔ طلاق کے بعد عورت کے حقوق

اسلام کے نظام قانون میں طلاق کا اختیار مرد کے پاس ہے۔ مگر اس اختیار کو اس وقت ہی استعمال کرنے کا حکم ہے جب اس کے سوا کوئی چارہ نہ ہو۔ آخری چارے کے طور پر جائز ہونے کے باوجود طلاق کو حلال کاموں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

ابغض الحلال عند الله الطلاق۔ (۲)

”اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال چیزوں میں سے سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز طلاق ہے۔“

آپ ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا:

(۱) مرغینانی، الہدایہ، ۳: ۲۶۸

(۲) ۱۔ ابوداؤد، السنن، ۲: ۲۵۵، رقم: ۲۱۷۸

۲۔ ابن ماجہ، السنن، ۱: ۶۵۹، رقم: ۲۰۱۸

ولا خلق الله شياء على وجه الارض ابغض اليه من الطلاق (۱)
 ”اللہ تعالیٰ نے روئے زمین پر کوئی چیز طلاق سے زیادہ ناپسندیدہ پیدا نہیں
 فرمائی۔“

اگر طلاق کے اختیار کے استعمال کے علاوہ کوئی صورت نہ ہو تو اندریں حالات
 اس اختیار کے استعمال سے عورت کو کسی طرح سے بھی مبتلائے اذیت کرنے کی ممانعت کی
 گئی۔ ارشادِ ربانی ہے:

الطَّلَاقُ مَرَّتَيْنِ فَإِمْسَاكَ^۱ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٍ بِإِحْسَانٍ وَلَا يَحِلُّ
 لَكُمْ أَنْ تَأْخُذُوا مِمَّا آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا إِلَّا أَنْ يَخَافَا أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ
 اللَّهِ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ
 بِهِ^۲ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَعْتَدُوهَا وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَأُولَئِكَ
 هُمُ الظَّالِمُونَ (۲)

”طلاق (صرف) دو بار (تک) ہے، پھر یا تو (بیوی کو) اچھے طریقے سے
 (زوجیت میں) روک لینا ہے یا بھلائی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے، اور تمہارے
 لیے جائز نہیں کہ جو چیزیں تم انہیں دے چکے ہو اس میں سے کچھ واپس لو
 سوائے اس کے کہ دونوں کو اندیشہ ہو کہ (اب رشتہ زوجیت برقرار رکھتے
 ہوئے) دونوں اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے، پھر اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ
 دونوں اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے، سو (اندریں صورت) ان پر کوئی گناہ
 نہیں کہ بیوی (خود) کچھ بدلہ دے کر (اس تکلیف دہ بندھن سے) آزادی
 لے لے، یہ اللہ کی (مقرر کی ہوئی) حدیں ہیں پس تم ان سے آگے مت بڑھو،
 اور جو لوگ اللہ کی حدود سے تجاوز کرتے ہیں سو وہی لوگ ظالم ہیں“

(۱) دارقطنی، السنن، ۴: ۳۵

(۲) القرآن، البقرہ، ۲: ۲۲۹

وَلِلْمُطَلَّقَاتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ (۱)

”اور طلاق یافتہ عورتوں کو بھی مناسب طریقے سے خرچ دیا جائے، یہ پرہیزگاروں پر واجب ہے۔“

وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَا إِنْ يُرِيدَا إِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللَّهُ بَيْنَهُمَا إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا خَبِيرًا (۲)

”اور اگر تمہیں ان دونوں کے درمیان مخالفت کا اندیشہ ہو تو تم ایک منصف مرد کے خاندان سے اور ایک منصف عورت کے خاندان سے مقرر کرلو، اگر وہ دونوں صلح کا ارادہ رکھیں تو اللہ دونوں کے درمیان موافقت پیدا فرمادے گا، بیشک اللہ خوب جاننے والا خبردار ہے۔“

اگرچہ طلاق کا حق مرد کو دیا گیا مگر اس ذیل میں بھی عورت کو تحفظ فراہم کرنے کے لئے درج ذیل حقوق عطا کئے گئے:

i- مہر کا حق

شریعت میں سب سے اہم حق جو طلاق کے وقت عورت کو دیا گیا ہے وہ مہر ہے، البتہ مباشرت سے قبل طلاق ہونے کی صورت میں آدھا مہر ملتا ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

وَإِنْ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمْسُوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ (۳)

”اگر تم انہیں چھونے سے قبل طلاق دو اور ان کے لئے مہر مقرر کیا ہو تو مقرر کئے ہوئے مہر کا آدھا انہیں دو۔“

(۱) القرآن، البقرہ ۲: ۲۴۱

(۲) القرآن، النساء، ۴: ۳۵

(۳) القرآن، البقرہ ۲: ۲۳۷

اسی طرح عورت کو خرچ و سامان دینا ہے، شریعت اسلامیہ نے عورت کے لئے جب اسے طلاق دی جائے خرچ و سامان دینے کا حکم دیا ہے۔ امام احمد کا مسلک ہے کہ ہر قسم کی مطلقہ کے لئے یہ حق ہے اور یہ ہر ایک کے لئے واجب ہے یہی قول حضرت علیؑ، حسن بصری، سعید بن جبیر، ابو قلابہ زہری وغیرہ کا ہے، اُن کی دلیل یہ آیت ہے:

وَلِلْمُطَلَّاتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ (۱)

”اور طلاق یافتہ عورتوں کو بھی مناسب طریقے سے خرچہ دیا جائے یہ پرہیزگاروں پر واجب ہے“

دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكُمْ إِن كُنْتُمْ تُرِيدْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا
فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيًّا (۲)

”اے پیغمبر! اپنی بیویوں سے کہہ دو کہ اگر تم دُنیا کی زندگی اور اس کی زینت و آرائش کی خواستگار ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ مال دوں اور اچھی طرح رخصت کروں“

ii- میراث کا حق

اسلام نے عورت کو یہ حق دیا ہے کہ طلاق کے بعد وہ جب تک عدت میں ہے، اگر اس کے شوہر کا انتقال ہو جائے تو اس کے ترکہ سے میراث ملے گی، جس طرح غیر مطلقہ بیوی کو ملتی ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ جب تک اس نے شادی نہ کی ہو، عدت کے بعد بھی میراث میں حصہ ملے گا۔ یہی قول کئی صحابہ سے بھی مروی ہے، اور اس میں یہ بھی ہے کہ چاہے اس کا طلاق دیتے وقت شوہر بیمار ہو یا نہ ہو، وہ اس لئے کہ شوہر کو ابھی اسے روکنے کا اور رجوع کرنے کا اختیار باقی رہتا ہے اور وہ بھی اس کی مرضی سے، ولی اور گواہوں کی موجودگی کے بغیر اور بلا کسی نئے مہر کے۔

(۱) القرآن، البقرہ، ۲: ۲۴۱

(۲) القرآن، الاحزاب، ۳۳: ۲۸

iii- حضانت کا حق

بچے کی تربیت اور اس کے معاملات کی دیکھ بھال کے لئے اس کی نگرانی حضانت کہلاتی ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے بچے کی حضانت کا حق اس کی ماں کو عطا کیا۔ ماں کے بعد بچے کی حضانت کا حق اس کی ماں کی ماں کو اور پھر باپ پھر باپ کی ماں کو حاصل ہے۔ بچے کی حضانت کی سب سے زیادہ حقدار اُس کی ماں ہے، درج ذیل حدیث سے ثابت ہے:

عن عبد اللہ بن عمرو ان امراة قالت يا رسول الله ان ابني هذا كان بطني له وعاء وثديي له سقاء وحجري له حواء وان اباه طلقني و اراد ان ينتزعه مني۔ فقال رسول الله ﷺ: انت احق به ما لم تنكحي۔ (۱)

”عبداللہ ابن عمرو سے روایت ہے کہ ایک عورت نے آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا، یا رسول اللہ یہ میرا بچہ ہے میرا پیٹ اس کا برتن تھا، میرے پستان اس کے مشکیزے اور میری گود اس کی آرام گاہ، اس کے باپ نے مجھے طلاق دیدی ہے اور اسے مجھ سے چھیننا چاہتا ہے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس کی زیادہ مستحق تو ہے، جب تک تو نکاح نہ کر لے۔“

(۱) ۱۔ ابوداؤد، السنن، ۲: ۲۸۳، رقم: ۲۲۷۶

۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۱۸۲

۳۔ حاکم، المستدرک، ۲: ۲۲۵، رقم: ۲۸۳۰

۴۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۸: ۴

۵۔ پیشی نے ’مجمع الزوائد (۴: ۳۲۳)‘ میں کہا ہے کہ اسے احمد نے روایت کیا ہے اور اس کے رجال ثقہ ہیں۔

۵۔ عورت کے معاشی حقوق

i۔ وراثت کا حق

اسلام نے عورتوں کو مردوں کے مساوی حقوق عطا کرتے ہوئے وراثت کا حق بھی عطا کیا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

لِّلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ۝ (۱)

”ماں باپ اور رشتے داروں کے ترکے میں خواہ وہ تھوڑا ہو یا زیادہ لڑکوں کا حصہ ہے اور ماں باپ اور رشتے داروں کے ترکے میں خواہ وہ تھوڑا ہو یا زیادہ لڑکیوں کا بھی حصہ ہے اور یہ حصے خدا کی طرف سے مقررہ ہیں ۝“
یعنی اصولی طور پر لڑکا اور لڑکی دونوں وراثت میں اپنا اپنا مقررہ حصہ لینے کے حقدار ہیں اور کوئی شخص انہیں ان کے اس حق سے محروم نہیں کر سکتا۔

ii۔ والدین کے مالی وراثت میں حق

قرآن حکیم نے اولاد کے حق وراثت کا تعین کرتے ہوئے بھی خواتین کا حق وراثت بالتفصیل بیان کیا ہے:

يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثِيَيْنِ فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ - (۲)

(۱) القرآن، النساء، ۴: ۷

(۲) القرآن، النساء، ۴: ۱۱

”تمہاری اولاد سے متعلق اللہ کا یہ تاکید حکم ہے کہ ترکے میں لڑکے کے لئے دو لڑکیوں کے برابر حصہ ہے۔ اگر اکیلی لڑکی ہو تو اسے آدھا ترکہ ملے گا اور (میت کے) ماں باپ میں سے ہر ایک کو ترکے کا چھٹا حصہ ملے گا بشرطیکہ وہ اپنے پیچھے اولاد بھی چھوڑے، اگر اس کے کوئی اولاد نہ ہو اور وارث ماں باپ ہی ہوں تو ماں کے لئے ایک تہائی (ماں باپ کے ساتھ) بھائی بہن بھی ہوں تو اس کی ماں کا چھٹا حصہ ہوگا۔“

اس آیت مبارکہ میں یہ امر قابل غور ہے کہ تقسیم کی اکائی لڑکی کا حصہ قرار دیا گیا ہے، یعنی سب کے حصے لڑکی کے حصے سے گنے جائیں گے۔ گویا تمام تقسیم اس محور کے گرد گھومے گی۔ جاہلیت میں لڑکیوں کو ترکے میں حصہ نہیں دیا جاتا تھا۔ جیسا کہ اکثر دوسرے مذاہب میں اب بھی ہے لیکن اسلام کی نظر میں لڑکی کو ترکے کا حصہ دینا کتنا ضروری ہے، وہ اس سے ظاہر ہے کہ پہلے تو تقسیم وراثت کی عمارت کی بنیاد ہی لڑکی کے حصے پر رکھی پھر یوصیکم اللہ کہہ کر فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا نہایت تاکید حکم ہے۔

اس آیت مبارکہ سے تقسیم کے یہ اصول معلوم ہوئے:

- (۱) اگر اولاد میں لڑکے اور لڑکیاں ہوں تو ایک لڑکے کو ایک لڑکی سے دگنا ملے گا اور اسی اصول پر سب ترکہ لڑکوں اور لڑکیوں میں تقسیم ہوگا، صرف لڑکوں کا ذکر نہیں کیا، کیونکہ اس صورت میں ظاہر ہے کہ وہ سب برابر کے حصے دار ہوں گے۔
- (۲) اگر اولاد میں لڑکا کوئی نہ ہو اور دو یا دو سے زیادہ لڑکیاں ہوں۔ تو ان کو بھی دو تہائی ہی ملے گا۔

حضور نبی اکرم ﷺ کے عمل مبارک سے ان معنوں کی تائید ہوتی ہے۔ ایک صحابی سعد بن ربیع غزوہ احد میں شہید ہو گئے۔ انہوں نے اولاد میں صرف دو لڑکیاں چھوڑ دیں۔ سعد کے بھائی نے سارے ترکے پر قبضہ کر لیا اور لڑکیوں کو کچھ نہ دیا۔ اس پر سعد کی بیوہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور شکایت کی کہ سعد کی دو لڑکیاں موجود ہیں، لیکن ان کے بچا نے انہیں ان کے باپ کے ترکے میں سے ایک جبہ بھی نہیں دیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ آپ ﷺ نے سعد کے بھائی کو بلوایا اور اسے حکم دیا کہ مرحوم کی دونوں

بیٹیوں کو اس کے ترکے میں سے دو تہائی اور بیوہ کو آٹھواں حصہ دے دو اور بقیہ خود رکھ لو۔ (۱)

(۳) اگر اولاد میں صرف ایک لڑکی ہو تو اسے ترکے کا نصف ملے گا اور باقی نصف دوسرے رشتہ داروں میں تقسیم ہوگا۔

(۴) اگر اولاد کے ساتھ میت کے ماں باپ بھی زندہ ہوں تو پہلے ان دونوں میں سے ہر ایک کو ترکے کا چھٹا حصہ ملے گا اور باقی دو تہائی مندرجہ بالا شرح سے اولاد کو ملے گا۔

(۵) اگر متوفی کے اولاد کوئی نہ ہو، صرف ماں باپ ہوں، تو اس صورت میں ترکے کا تہائی ماں کو اور باقی باپ کو ملے گا۔

(۶) آخری صورت یہ بیان کی کہ اگر متوفی کے ورثا میں ماں باپ کے ساتھ بھائی بہن بھی ہوں، تو ماں کا حصہ چھٹا ہوگا۔

ممکن تھا کہ کوئی شخص ماں باپ کو اولاد کا وارث قرار دینے پر اعتراض کرتا، کیونکہ اس سے پہلے دنیا کے تمام مذاہب میں صرف اولاد ہی وارث قرار دی گئی تھی۔ اس لئے فرمایا:

اَبَاؤُكُمْ وَ اَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا فَرِيضَةٌ مِّنَ اللّٰهِ
اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا (۲)

”تمہارے باپ دادا (بھی ہیں) اور اولاد بھی، لیکن تم نہیں جانتے کہ ان میں سے نفع رسانی کے لحاظ سے کون تمہارے زیادہ قریب ہے۔ (یہ حصے) اللہ نے مقرر کئے ہیں۔ بے شک اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔“

یعنی یہ اعتراض کہ باپ دادا کیوں وارث بنائے گئے نادانی کی بات ہے۔ اس

(۱) ۱۔ ترمذی، السنن، ۴: ۴۱۴، رقم: ۲۰۹۲

۲۔ ابوداؤد، السنن، ۳: ۱۲۰، رقم: ۲۸۹۱

(۲) القرآن، النساء، ۴: ۱۱

حکم کی حکمت اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ انسان کے لئے اوپر کے رشتے دار زیادہ اچھے ہیں یا نیچے کے۔ ہماری فلاح اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرنے میں ہی مضمر ہے۔

iii- شوہر کے مالی وراثت میں حق

قرآن حکیم نے شوہر یا بیوی میں سے کسی کے بھی انتقال کی صورت میں اس کے مال وراثت میں سے دوسرے فریق کا حصہ بالتفصیل بیان کیا ہے۔ بیوی کے انتقال کی صورت میں خاوند کا حصہ بیان کرتے ہوئے کہا:

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمْ الرُّبْعُ مِمَّا تَرَكَنَّ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوَصِّينَ بِهِمَا أَوْ دَيْنٍ۔ (۱)
”تمہاری بیویوں کے ترکے میں سے تمہارے لئے نصف ہے، اگر ان کے کوئی اولاد نہ ہو، اور اگر ان کے اولاد ہو تو تمہارے لئے انہوں نے جو ترکہ چھوڑا ہے اس کا ایک چوتھائی ہے (یہ تقسیم) ان کی وصیت (کی تعمیل) اور ان کے قرض (کی ادائیگی) کے بعد ہوگی۔“

اور شوہر کی وفات کی صورت میں بتایا:

وَلَهُنَّ الرُّبْعُ مِمَّا تَرَكَتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمْنُ مِمَّا تَرَكَتُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ۔ (۲)
”اور تمہارے ترکے میں سے تمہاری بیویوں کا ایک چوتھائی حصہ ہے۔ اگر تمہارے کوئی اولاد نہیں۔ اگر تمہاری اولاد بھی ہو، تو تمہارے ترکے میں سے ان کا حصہ آٹھواں ہے۔ (یہ تقسیم) تمہاری وصیت کی تعمیل اور تمہارے قرض (کی ادائیگی) کے بعد ہوگی۔“

iv- کلالہ کے مالی وراثت میں حق

کلالہ اس میت کو کہتے ہیں جس کے والدین ہوں نہ اولاد۔ ایسی عورت یا مرد

(۱) القرآن، النساء، ۴: ۱۲

(۲) القرآن، النساء، ۴: ۱۳

فوت ہو جائے اور اس کے پیچھے نہ اس کا باپ ہو، نہ بیٹا، تو اس کی جائیداد کی تقسیم کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں:

- (۱) اس کے اعیانی یعنی سکے بھائی بہن ہوں۔
 - (۲) علاقائی بھائی بہن ہوں، یعنی باپ ایک اور مائیں الگ الگ ہوں۔
 - (۳) اخینائی بھائی بہن ہوں، ماں ایک اور باپ علیحدہ علیحدہ ہوں۔
- ان تینوں کے احکام الگ الگ ہیں:

- (۱) اگر پہلی صورت یعنی سکے بھائی بہن موجود ہیں تو حکم دیا:
- يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ إِنَّ أَمْرًا هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ وَهُوَ يَرِثُهَا إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهَا وَلَدٌ فَإِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُسَيْنِ مِمَّا تَرَكَ - (۱)
- ”لوگ آپ سے فتویٰ (یعنی شرعی حکم) دریافت کرتے ہیں۔ فرما دیجئے کہ اللہ تمہیں (بغیر اولاد اور بغیر والدین کے فوت ہونے والے) کلالہ (کی وراثت) کے بارے میں یہ حکم دیتا ہے کہ اگر کوئی ایسا شخص فوت ہو جائے جو بے اولاد ہو مگر اس کی ایک بہن ہو تو اس کے لئے اس (مال) کا آدھا (حصہ) ہے جو اس نے چھوڑا ہے اور (اگر اس کے برعکس بہن کلالہ ہو تو اس کے مرنے کی صورت میں اس کا) بھائی اس (بہن) کا وارث (کامل) ہوگا اگر اس (بہن) کی کوئی اولاد نہ ہو۔“

ظاہر ہے کہ اگر بہنیں دو سے زیادہ ہوں تو وہ سب اس دوتہائی میں برابر کی شریک ہوں گی۔

- (۲) دوسری صورت یہ ہے کہ علاقائی بھائی بہن ہوں، یعنی باپ ایک ہو اور مائیں الگ الگ ہوں تو اس صورت میں حکم دیا:

وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِّجَالًا وَنِسَاءً فَلِلَّذَكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثِيَّيْنِ - (۲)

(۱) القرآن، النساء، ۶:۴

(۲) القرآن، النساء، ۶:۴

”اور اگر بہت سے بھائی بہن ہوں تو پھر (تقسیم یوں ہوگی کہ) ایک مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہوگا۔“

یعنی جیسے اولاد کے درمیان ترکہ کی تقسیم کا اصول ہے..... ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر..... وہی یہاں بھی استعمال ہوگا۔

(۳) تیسری اور آخری صورت یہ ہے کہ اخیانی بھائی بہن ہوں یعنی عورت نے ایک خاوند کی وفات کے بعد کسی دوسرے شخص سے نکاح کر لیا اور دونوں سے اولاد ہو۔ اگر ان میں سے کوئی مرجائے اور کلالہ ہو:

وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَلَةً أَوْ امْرَأَةً وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ فَإِنْ كَانُوا أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ
مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ غَيْرِ مُضَارٍ۔ (۱)

”اور اگر کسی ایسے مرد یا عورت کی وراثت تقسیم کی جا رہی ہو جس کے نہ ماں باپ ہوں نہ کوئی اولاد اور اس کا ماں کی طرف سے ایک بھائی یا ایک بہن ہو (یعنی اخیانی بھائی یا بہن) تو ان دونوں میں سے ہر ایک کے لئے چھٹا حصہ ہے پھر اگر وہ بھائی بہن ایک سے زیادہ ہوں تو سب ایک تہائی میں شریک ہوں گے (یہ تقسیم بھی) اس وصیت کے بعد (ہوگی) جو (وارثوں کو) نقصان پہنچائے بغیر کی گئی ہو یا قرض (کی ادائیگی) کے بعد۔“

یعنی کلالہ کی وراثت کی تقسیم کے احکام میں بھی عورت کو حق وراثت کا مستحق قرار دیا گیا اور اس کے واضح احکام بیان کئے گئے جن کا خلاصہ ہم درج ذیل پانچ اصولوں میں بیان کر سکتے ہیں:

(۱) جہاں صرف اولاد ہو، اور کوئی دوسرا وارث نہ ہو، اور اولاد میں بھی تمام لڑکے ہوں، تو ترکہ ان لڑکوں میں حصہ مساوی تقسیم ہوگا۔ لڑکے اور لڑکیاں دونوں ہوں تو ایک لڑکے کو دو لڑکیوں کے برابر حصہ ملے گا، اور اسی اصول پر تمام ترکہ تقسیم ہوگا اگر لڑکا کوئی

نہ ہو، صرف ایک لڑکی ہو، تو اسے ترکے کا نصف ملے گا، اور اگر دو یا دو سے زیادہ لڑکیاں ہوں، تو انہیں دو تہائی ملے گا۔

(۲) جہاں اولاد ہو یا نہ ہو، لیکن ماں باپ موجود ہوں۔ اگر اولاد ہو تو ماں باپ میں سے ہر ایک کو ترکے کا چھٹا حصہ اور باقی اولاد میں نمبر (۱) کے اصول پر تقسیم ہوگا۔ اگر اولاد نہ ہو تو ماں کو ایک تہائی اور باقی دو تہائی باپ کو۔

(۳) اولاد نہ ہو، لیکن بھائی بہن ہوں، تو ماں کو ایک تہائی کی جگہ چھٹا حصہ ملے گا۔ یہاں پھر اختلاف ہے کہ ان بھائی بہنوں کو کتنا ملے گا۔ بعض کے نزدیک ماں کو ایک چھٹا حصہ ملے گا، دوسرا چھٹا ان بھائی بہنوں میں تقسیم ہوگا، اور باپ کو حسب سابق بقیہ دو تہائی۔ بعض کے نزدیک یہاں بھی کلالہ کا اصول جاری ہوگا، یعنی اگر ایک بھائی یا ایک بہن ہے، تو اسے چھٹا حصہ، ماں کو چھٹا حصہ، اور باپ کو دو تہائی۔ اگر بھائی بہن ایک سے زیادہ ہوں تو ان سب کو ایک تہائی، ماں کو چھٹا حصہ اور باقی نصف باپ کو۔

(۴) زوجین کی صورت میں، اگر بیوی اولاد چھوڑ کر مرے تو خاوند کو ترکے کا چوتھائی اور باقی تین چوتھائی اولاد میں نمبر (۱) کے اصول پر تقسیم ہوگا۔ اگر اولاد نہ ہو، تو خاوند کو نصف اور بقیہ دوسرے رشتے داروں کو اوپر کے قواعد کی رو سے۔ اگر خاوند اولاد چھوڑ کر مرے تو بیوی کا آٹھواں حصہ ہے۔ اگر اولاد نہ ہو، تو چوتھا اور بقیہ ترکہ دوسرے رشتے داروں میں تقسیم ہوگا۔

(۵) کلالہ جہاں اعیانی یا علاقائی یا اخینائی بھائی بہن ہوں جیسے کہ اوپر بیان ہوا۔ تقسیم میں یہ ترتیب مد نظر رکھی جائے گی۔ سب سے پہلے خاوند یا بیوی کو حصہ ملے گا، پھر والدین کو اور پھر اولاد کو۔ اگر اولاد نہ ہو یا اولاد یا والدین دونوں میں سے کوئی بھی موجود نہ ہو، تو سب سے آخر میں بھائی بہن حق دار ہوں گے۔

کیا عورت آدھی ہے؟

اسلام کے قانون وراثت کا سرسری اور سطحی مطالعہ کرنے والوں کو یہ مغالطہ لگتا ہے کہ عورت کا مرتبہ مرد سے کمتر ہے۔ یہ مغالطہ قرآن حکیم کی درج ذیل آیت مبارکہ کی حکمت صحیح طور پر نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے:

لِّلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثِيَّيْنِ۔ (۱)

”ایک مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصہ کے برابر ہے۔“

تاہم اسلام کے قانون وراثت کا بنظر غائر جائزہ اس مغالطہ کی نفی کرتا ہے۔ اسلام کا قانون وراثت عورت کے حق کی تنصیف یا تخفیف نہیں بلکہ حسن معاشرت و معیشت کے قیام کے تصور پر مبنی ہے۔ اسلام کا قانون وراثت عورت کے تقدس و عظمت کی پاسبانی کرنے والی درج ذیل حکمتوں پر مشتمل ہے:

i- عورت کا حصہ تقسیم وراثت کی اکائی ہے

متذکرہ بالا آیت مبارکہ کے الفاظ پر غور تقسیم میراث کے بنیادی پیمانے کو واضح کرتا ہے۔ یہاں مرد و عورت کا حصہ وراثت بیان کرتے ہوئے عورت کے حصے کو اکائی قرار دیا گیا کہ ایک مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصوں کے برابر ہے۔ یہ نہیں کہا گیا کہ ایک عورت کا حصہ مرد کے نصف حصہ کے برابر ہے۔ بلکہ تقسیم میراث کے نظام میں عورت کے حصہ کو اساس اور بنیاد بنایا گیا اور پھر تمام حصوں کے تعین کے لئے اسے اکائی بنایا گیا۔ گویا میراث کی تقسیم کا سارا نظام عورت ہی کے حصہ کی اکائی کے گرد گھومتا ہے جو درحقیقت عورت کی تکریم و وقار کے اعلان کا مظہر ہے۔

ii- میراث میں حصوں کے تعین کی بنیاد جنس نہیں

چونکہ اللہ تعالیٰ نے عورت کی تمام ضروریات کا کفیل مرد کو بنایا ہے اور عورت کو اس ذمہ داری سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ مزید برآں عورت کے لئے روزگار اور معاشی مواقع سے ہر ممکن فائدہ اٹھانے پر کوئی پابندی بھی نہیں لگائی گئی بلکہ عورت کمانے والی بھی ہو تو تب بھی کفالت کی ذمہ داری اس کے شوہر پر ہوگی اور وہ اپنی کمائی خصوصی حق کے طور پر محفوظ رکھ سکتی ہے۔ اگر وہ گھریلو ضروریات کے لئے خرچ کرنا چاہے تو اس کا یہ عمل احسان ہوگا، کیونکہ یہ اس کے فرائض میں شامل نہیں جبکہ مرد کی آمدن چاہے عورت سے کم ہی کیوں نہ ہو پھر بھی کفالت کا ذمہ دار وہی ہوگا۔ اندریں حالات ذمہ داریوں کے تناسب

(quantum and proportion of responsibilities) کو مد نظر رکھتے ہوئے ایک متوازن، مستحکم اور معاشی عدل و انصاف پر مبنی معاشرہ قائم کرنے کے لئے ضروری تھا کہ مردوں کو وراثت میں زیادہ حصہ دیا جاتا تاکہ وہ اپنے اوپر عائد جملہ عائلی ذمہ داریوں سے بطور احسن عہدہ برآ ہو سکیں۔ گویا عورت کا حق وراثت مرد سے نصف نہیں کیا گیا بلکہ مرد کا حق وراثت اس کی اضافی ذمہ داریوں کی وجہ سے بڑھا دیا گیا ہے۔ اس طرح مرد اور عورت کی معاشرتی، سماجی اور عائلی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں مالی توازن قائم کر دیا گیا ہے۔

iii- مرد و عورت کی حق وراثت میں برابری

اسلام کے قانون وراثت میں جن رشتہ داروں کو وارث قرار دیا گیا ہے وہ تین اقسام پر مشتمل ہیں:

۱۔ ذوی الفروض

۲۔ عصبات

۳۔ ذوی الارحام

ذوی الفروض وہ رشتہ دار ہیں جن کے حصے مقرر کر دیئے گئے ہیں اور ان کے متعلق قرآن حکیم یا احادیث مبارکہ میں واضح احکام موجود ہیں۔ ترکہ کی تقسیم کا آغاز ذوی الفروض سے ہوتا ہے یعنی ترکہ میں سے پہلے ذوی الفروض کو حصہ ملے گا اس کے بعد عصبات اور پھر ذوی الارحام کو۔ ذوی الفروض درج ذیل مردوں اور عورتوں پر مشتمل ہیں:

ذوی الفروض مرد:

۱۔ شوہر

۲۔ باپ

۳۔ اخیانی (ماں کی طرف سے) بھائی

۴۔ جدّ صحیح

ذوی الفروض عورتیں:

۱۔ بیوی

۲۔ ماں

- ۳۔ بیٹی
۵۔ سگی بہن
۴۔ پوتی
۶۔ علاقائی (ماں کی طرف سے) بھائی
۷۔ اخیانی بہن
۸۔ جدہ صحیحہ

ذوی الفروض کا چار مردوں اور آٹھ عورتوں پر مشتمل ہونا مردوں اور عورتوں کی نفسِ وراثت میں مساوی شرکت کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ ذوی الفروض میں مردوں کی تعداد سے دو گنا عورتیں شامل کی گئیں اور ان خواتین میں کچھ ایسی بھی ہیں جو شاید براہ راست متوفی کی شرعی کفالت میں نہ آتی ہوں اسکے باوجود یہاں زیادہ عورتوں کو accomodate کیا گیا۔ اس طرح فی الحقیقت تقسیمِ وراثت میں عورت اور مرد برابر ہو گئے یعنی قانونِ الہی میں عورت کو کسی طور بھی مرد سے کم درجہ نہیں گردانا گیا بلکہ مرد اور عورت کے حصہ وراثت کا لِلَّذِیْ كَرِمْ مِّثْلُ حَقِّ الْأُنثِیَّیْنَ کے قانون کے تحت تعین دراصل ان پر عائد ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے مناسب معاشی انتظام کا درجہ رکھتا ہے۔

iv۔ مرد و عورت کے مساوی حصہ کی نظیر

معاشرے میں بعض مرد و عورتیں ایسی بھی ہوتی ہیں جن پر عمر رسیدگی یا کسی اور سبب سے مالی ذمہ داریوں کا بوجھ نہیں رہتا یا کم از کم مرد پر عام حالات کی طرح عورت کے مقابلے میں زیادہ بوجھ نہیں ہوتا یعنی وہ دونوں یکساں مالی ذمہ داریوں کے حامل ہو جاتے ہیں۔ یہ مقام اس وقت آتا ہے جب مرنے والے کے والدین زندہ ہوں اور اس متوفی کی اولاد بھی ہو، جب اس صاحبِ اولاد متوفی کی وراثت تقسیم ہوگی تو اس کے والدین میں سے ہر ایک کو ترکہ کا 1/6 حصہ ملے گا۔

وَلَا بَوَیْہٖ لِکُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا الشُّدُسُ مِمَّا تَرَکَ اِنْ کَانَ لَهُ وَلَدٌ۔ (۱)

”اور (میت کے) ماں باپ کے لئے ان دونوں میں سے ہر ایک کو (برابر)

ترکہ کا چھٹا حصہ (ملے گا) بشرطیکہ مورث کی کوئی اولاد ہو۔“

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا ہے:

وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَلَةً أَوْ امْرَأَةً وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتُ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ۔ (۱)

”اور اگر کسی ایسے مرد یا عورت کی وراثت تقسیم کی جا رہی ہو جس کے نہ ماں باپ ہوں نہ کوئی اولاد اور اس کا ماں کی طرف سے ایک بھائی یا ایک بہن ہو (یعنی اخیانی بھائی یا بہن) تو ان دونوں میں سے ہر ایک کے لیے (برابر طور پر) چھٹا حصہ ہے۔“

اس طرح باوجود یہ کہ وراثت کی تقسیم مرد و عورت کے مابین ہو رہی ہے، یہ برابر ہوگی۔ اگر اسلام کے نظام وراثت میں محض مرد ہونے کی وجہ سے عورت کے حصہ سے دوگنا قرار پایا ہوتا یا عورت کا حصہ محض عورت ہونے کی وجہ سے نصف ہوتا تو پھر اس مقام پر جب وہ ماں باپ کی حیثیت سے وراثت لے رہے ہیں یہاں بھی ان کے حصہ کا فرق برقرار رہتا جبکہ یہاں ایسا معاملہ نہیں۔

۶۔ عورت کے قانونی حقوق

i۔ قانونی شخصیت (legal person) ہونے کا حق

حقوق و فرائض کے تعین میں قانونی شخص کا وجود بنیادی حیثیت رکھتا ہے، جدید قانون نے حقوق و فرائض کے تعین کے لئے قانونی شخص کو بنیادی قرار دیا ہے۔ Roger Cotterrell کے الفاظ میں:

The concept of the legal person or legal subject defines who or what the law will recognize as a being capable of having rights and duties. (2)

”قانونی شخص کا تصور اس بات کی توضیح کرتا ہے کہ بطور ایک شخص کے فرد حقوق اور فرائض کی اہلیت سے بہرہ ور ہے۔“

(۱) القرآن، النساء، ۴: ۱۲

(2) Roger Cotterrell, *The Sociology of Law*, 2nd ed. Butterworths, London, 1992, pp. 123, 124.

ایک دوسرا مفکر G. Paton لکھتا ہے:

Legal personality refers to the particular device by which the law creates or recognizes units to which it ascribes certain powers and capacities.(1)

”قانونی شخص کا تصور قانون کو وہ بنیاد فراہم کرتا ہے جس سے قانون مخصوص اختیارات اور قانونی اہلیتوں کے تعین کے لئے بنیاد اخذ کرتا ہے۔“

مغربی قانونی تاریخ میں پچھلی صدی کے آغاز تک عورت کو non-person کی حیثیت حاصل رہی تھی۔ عورت کو نہ صرف باقاعدہ legal person تسلیم کیا گیا بلکہ مغربی قانونی ساز اداروں (legislatures) کے مختلف قوانین (statutes) میں مذکور "person" یا "man" کے ذیل میں بھی عورت کو کبھی شامل نہیں سمجھا گیا (۲)، چونکہ مغرب میں خواتین کے قانونی شخص کو ہی تسلیم نہیں کیا گیا تھا لہذا مردوں کے برابر قانونی حقوق کے حصول کے لئے عورتوں کو ساہا سال تک قانونی شخص کے حصول کی جنگ لڑنا پڑی۔ (۳)

اسلام نے عورت کو قانونی شخص ہونے کا مقام احکام کے اجراء کے ساتھ ہی عطا کر دیا، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا لِمُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا (۴)

(1) G.Paton, *Textbook of Jurisprudence*, 4th ed. OUP, London, 1972, p-392.

(2) W. Blackstone, *Commentaries on the Laws of England*, Book I, Chapter 15, p. 442.

(3) Cecilia Morgan, "An Embarrassingly and Severely Masculine Atmosphere: Women, Gender and the Legal Profession at Osgoode Hall, 1920s-1960s" (1996) 11 Canadian Journal of Law and Society 19 at 21.

(۴) القرآن، الاحزاب، ۳۳: ۳۶

”اور نہ کسی مسلمان مرد اور نہ کسی مسلمان عورت کو یہ حق ہے کہ جب اللہ اور اس کے رسول ایک کام کا فیصلہ فرما دیں تو ان کے لئے اپنے (اس) کام میں کوئی اختیار ہو اور جو نافرمانی کرے اللہ اور اس کے رسول کی تو بیشک وہ کھلی گمراہی میں بہک گیا۔“

اس آیت مبارکہ میں قانون الہی کی اطاعت و معصیت کے باب میں عورت اور مرد کا برابر ذکر کر کے یہ حقیقت واضح کر دی گئی ہے کہ عورت اور مرد کے قانونی تشخص میں کوئی تفریق روا نہیں رکھی جاسکتی۔ قرآن حکیم کی کئی دیگر آیات بھی عورت کے قانونی شخص (legal person) ہونے کی بنیاد فراہم کرتی ہیں:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلِ الْحَرُّ بِالْحَرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنْثَىٰ بِالْأُنْثَىٰ فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ ذَلِكَ تَخْفِيفٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ مِّنْ عَتَدَىٰ بَعْدَ ذَلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ ٥ (۱)

”اے ایمان والو! تم پر ان کے خون کا بدلہ (قصاص) فرض کیا گیا ہے جو ناحق قتل کئے جائیں، آزاد کے بدلے آزاد اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت، پھر اگر اس کو (یعنی قاتل کو) اس کے بھائی (یعنی مقتول کے وارث) کی طرف سے کچھ (یعنی قصاص) معاف کر دیا جائے تو چاہیے کہ بھلے دستور کے موافق پیروی کی جائے اور (خون بہا کو) اچھے طریقے سے اس (مقتول کے وارث) تک پہنچا دیا جائے، یہ تمہارے رب کی طرف سے رعایت اور مہربانی ہے، پس جو کوئی اس کے بعد زیادتی کرے تو اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔“

يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ الْإُنْثَىٰ فَإِن كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَإِن كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ

(۱) القرآن، البقرہ ۲: ۱۷۸

وَلَا بَوْبِهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا الشُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ فَإِنْ
لَّمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ
الشُّدُسُ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ آبَاؤُكُمْ وَابْنَاؤُكُمْ لَا
تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا فَرِيضَةٌ مِنَ اللَّهِ إِنْ اللَّهُ كَانَ عَلِيمًا
حَكِيمًا (۱)

”اللہ تمہیں تمہاری اولاد (کی وراثت) کے بارے میں یہ حکم دیتا ہے کہ لڑکے
کے لئے دو لڑکیوں کے برابر حصہ ہے، پھر اگر صرف لڑکیاں ہی ہوں (دو یا) دو
سے زائد تو ان کے لئے اس ترکہ کا دو تہائی حصہ ہے اور اگر وہ اکیلی ہو تو اس
کے لئے آدھا ہے اور مورث کے ماں باپ کے لئے ان دونوں میں سے ہر
ایک کو ترکہ کا چھٹا حصہ (ملے گا) بشرطیکہ مورث کی کوئی اولاد نہ ہو، پھر اگر اس
میت (مورث) کی کوئی اولاد نہ ہو اور اس کے وارث صرف اس کے ماں باپ
ہوں تو اس کی ماں کے لئے تہائی ہے (اور باقی سب باپ کا حصہ ہے)، پھر
اگر مورث کے بھائی بہن ہوں تو اس کی ماں کے لئے چھٹا حصہ ہے (یہ تقسیم)
اس وصیت (کے پورا کرنے) کے بعد جو اس نے کی ہو یا قرض (کی ادائیگی)
کے بعد (ہوگی) تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے تمہیں معلوم نہیں کہ فائدہ
پہنچانے میں ان میں سے کون تمہارے قریب تر ہے، یہ (تقسیم) اللہ کی طرف
سے فریضہ (یعنی مقرر) ہے بیشک اللہ خوب جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔“
اسلام کی طرف سے عورت کے قانونی شخص ہونے کا اعتراف ہی اس کے
قانونی، سیاسی اور معاشی حقوق کے استحقاق کی بنیاد بنا۔

ii۔ گواہی کا حق

گواہی کی تعریف یہ ہے کہ انسان جو دیکھے یا سنے اُسے سچ سچ بیان کر دے۔
گواہی دینا مرد پر لازم ہے اور عورتوں کو اس کا حق دیا گیا ہے۔

ارشادِ ربانی ہے:

وَلَا تَحْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ إِثْمٌ قُلْبُهُ (۱)
 ”اور گواہی کو مت چھپاؤ، جو اسے چھپائے گا اس کا دل گناہ گار ہے۔“
 اس طرح ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

خیر الشہود من أَدی شہادۃ قبل أن یسألہ (۲)
 ”سب سے اچھے گواہ وہ ہیں جو سوال کئے جانے سے بھی پہلے گواہی دے دیں۔“

اسی طرح ایک اور آیت ہے:
 وَ اسْتَشْهِدُوا شَهِیدَیْنِ مِنْ رِجَالِکُمْ فَإِنْ لَمْ یَكُونَا رَجُلَیْنِ فَرَجُلٌ
 وَامْرَأَتَانِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّہَدَاءِ۔ (۳)
 ”اور بنا لو گواہ دو آدمیوں کو تم میں سے اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں جن کو تم گواہ بنانا پسند کرو۔“

اسی طرح یہ آیت ہے:
 وَ اسْهَدُوا ذُوَى عَدْلِ مِّنْکُمْ۔ (۴)
 ”دو عادل آدمیوں کو گواہ بنا لو۔“

اسی طرح یہ آیت ہے:
 وَ اسْهَدُوا إِذَا تَبَايَعْتُمْ۔ (۵)
 ”اور جب خرید و فروخت کرو تو گواہ بنا لو۔“

(۱) القرآن، البقرہ، ۲: ۲۸۳

(۲) ابن ماجہ، السنن، ۲: ۹۲، کتاب الاحکام، رقم: ۲۳۶۴

(۳) القرآن، البقرہ، ۲: ۲۸۲

(۴) القرآن، الطلاق، ۶۵: ۲

(۵) القرآن، البقرہ، ۲: ۲۸۲

وہ مسائل جن میں صرف عورت ہی کی گواہی معتبر ہے

وہ مسائل جن سے مرد آگاہ نہیں ہو سکتے ان میں صرف عورت ہی کی گواہی معتبر ہوگی چاہے گواہی دینے والی ایک ہی عورت ہو:

تجاوز شهادة المرأة الواحد فيما لا يطلع عليه الرجال۔ (۱)
 ”جن امور سے مرد مطلع نہیں ہو سکتے ان میں ایک عورت کی گواہی معتبر ہوگی۔“

تجاوز شهادة المرأة الواحدة في الرضاع۔ (۲)
 ”بچے کی رضاعت میں ایک عورت کی گواہی بھی معتبر ہے۔“

و يقبل في الولادة والبهارة والعيوب بالنساء في موضع لا يطلع عليه الرجال شهادة امرأة واحد۔ (۳)
 ”ولادت اور عورتوں کے وہ معاملات جن سے مرد آگاہ نہیں ہو سکتے وہاں ایک عورت کی گواہی قبول کی جائے گی۔“

ہم یہاں ان معاملات اور مسائل کو بیان کریں گے جن میں مردوں کی گواہی معتبر نہیں، بلکہ صرف عورت کی گواہی معتبر ہے ان مسائل میں علماء کا اتفاق ہے اور کوئی اختلافی رائے نہیں پائی جاتی:

(۱) ولادت اور بچے کے رونے پر گواہی

اگر بچے کی ولادت اور بچے کے رونے کے مسئلے میں کوئی نزاع واقع ہو جائے تو یہاں صرف عورت کی گواہی معتبر ہوگی مرد کی نہیں۔ اس لئے کہ یہ ان امور میں سے ہے جن پر اکثر اوقات مرد مطلع نہیں ہو سکتے۔ اس معاملے میں حضور نبی اکرم ﷺ نے دائمی کی تنہا گواہی جائز قرار دی ہے۔

(۲) رضاعت

اسی طرح اگر رضاعت کے معاملے پر اختلاف ہو جائے اور معاملہ قاضی تک پہنچ

(۱) عبدالرزاق، المصنف، ۷: ۴۸۸، رقم: ۱۳۹۷۸

(۲) عبدالرزاق، المصنف، ۸: ۳۳۵، رقم: ۱۵۴۰۶

(۳) مرغینانی، ہدایہ، ۲: ۱۵۴

جائے تو عورت کو یہ حق ہے کہ وہ گواہی دے کیونکہ یہ وہ مسئلہ ہے جو عورت کے ساتھ خاص ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور امام احمد رحمہ اللہ کا موقف ہے کہ دودھ پلانے والی عورت کی تنہا گواہی قبول کی جائے گی۔ اس لئے کہ بخاری میں روایت ہے کہ حضرت عقبہ بن حارث نے اُمّ یحییٰ بنت ابی اہاب سے نکاح کیا۔ تو سوداء لوندی نے آکر کہا کہ تم دونوں کو میں نے دودھ پلایا تھا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے انہوں نے یہ مسئلہ پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کیف و قد قیل ففارقھا و نکحت زو جا غیرہ۔ (۱)
 ”نکاح کیسے (قائم رہ سکتا ہے) اور گواہی دیدی گئی ہے۔ تو عقبہ نے ان سے علیحدگی اختیار کر لی اور بنت ابی اہاب نے کسی اور سے نکاح کر لیا۔“

(۳) ماہواری پر گواہی

ماہواری (حیض) کے کسی بھی اختلاف پر بھی گواہی عورت ہی دے سکتی ہے۔ اسلام میں عورتوں کے حقوق اور عزت و احترام کے اس تذکرے سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ انسانی تہذیب کے اس مرحلے پر جب عورت کو جانوروں سے بھی بدتر تصور کیا جاتا تھا اور کسی عزت و تکریم کا مستحق نہیں سمجھا جاتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو وہ حقوق عطا فرمائے جس سے اسے تقدس اور احترام پر مبنی سماجی و معاشرتی مقام نصیب ہوا۔ اور آج کے ترقی یافتہ دور میں بھی یہ صرف اسلام کا عطا کردہ ضابطہ حیات ہے جہاں عورت کو تکریم اور بنیادی انسانی حقوق کے تحفظ کی ضمانت میسر آ سکتی ہے۔

۷۔ عورت کے سیاسی حقوق

i۔ عورت کا ریاستی کردار

اسلام میں عورت کا کردار صرف خاندان یا معاشرے تک ہی محدود نہیں بلکہ اہلیت کی بنیاد پر عورت کو ریاستی سطح پر بھی کردار دیا گیا ہے۔ قرآن حکیم میں مسلم معاشرے

(۱) بخاری، الصحیح، ۲: ۹۳۴، رقم: ۲۴۹۷

میں ذمہ داریوں کا تعین کرتے ہوئے مرد و خواتین دونوں کو برابر اہمیت دی گئی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ
يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ
سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (۱)

”اور اہل ایمان مرد اور اہل ایمان عورتیں ایک دوسرے کے رفیق و مددگار ہیں، وہ اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے روکتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت بجالاتے ہیں، ان لوگوں پر اللہ عنقریب رحم فرمائے گا، بیشک اللہ بڑا غالب بڑی حکمت والا ہے“

اس آیت مبارکہ میں خواتین اور مردوں کو ایک دوسرے کا اس طرح مددگار ٹھہرایا گیا ہے کہ:

- (الف) سماجی و معاشرتی دائرہ میں معروف کے قیام اور منکر کے خاتمے
- (ب) مذہبی دائرہ میں اقامتِ صلوٰۃ
- (ج) اقتصادی دائرہ میں نظامِ زکوٰۃ کے قیام
- (د) سیاسی دائرہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کی اطاعت کے ذریعے ایک مثالی اسلامی معاشرہ تشکیل دیں۔

ii۔ رائے دہی کا حق

اسلام نے عورت کو ایک مکمل قانونی فرد تسلیم کرتے ہوئے سربراہ کے چناؤ، قانون سازی اور دیگر ریاستی معاملات میں مردوں کے برابر رائے دہی کا حق دیا ہے۔ عورتوں کو حق رائے دہی دینے کی انسانی، معاشرتی اور تہذیبی اہمیت کا اندازہ اس وقت ہی ہو سکتا ہے جب ہم عورت کے اس حق کے عالمی سطح پر اعتراف کی تاریخ کا جائزہ لیں۔

(۱) القرآن، التوبہ، ۹: ۷۱

آج کا جدید معاشرہ صدیوں کی جدوجہد اور نسلی و جنسی امتیاز کی کشمکش سے گزرنے کے بعد انسانی رائے کے تقدس کے شعور کی منزل تک پہنچا ہے۔ قبل اس کے کہ صدیوں پہلے عورت کو اسلام کے عطا کردہ حق رائے دہی کی تفصیل بیان کی جائے۔ انسانی تکریم و تقدیس کے پیش نظر ہم جدید دنیا میں عورت کے حق رائے دہی کے اعتراف کی تاریخ کا مختصر جائزہ پیش کرتے ہیں:

i۔ برطانیہ میں عورت کا حق رائے دہی

برطانیہ میں عورت کے حق رائے دہی کے لیے جدوجہد کا آغاز 1897ء میں National Union of Women's Suffrage کے قیام سے کیا۔ یہ تحریک اس وقت زیادہ زور پکڑ گئی جب 1903 میں Emmeline Pankhurst نے Women's Social and Political Union بنائی اور یہ یونین بعد میں Suffragettes کے نام سے مشہور ہوئی۔

برطانیہ کے House of Commons نے 1918ء میں 55 کے مقابلہ میں 385 ووٹوں کی اکثریت سے Representation of People Act پاس کیا جس کے مطابق 30 سال سے زائد عمر کی خواتین کو ووٹ ڈالنے کا حق دیا گیا۔ اگرچہ یہ خواتین کے حق رائے دہی کے اعتراف کا نقطہ آغاز تھا مگر ابھی عورتوں کو مردوں کے برابر مقام نہیں دیا گیا تھا کیونکہ عام مردوں کے لیے حق رائے دہی کی اہلیت 21 سال اور مسلح افواج کے لئے 19 سال تھی۔

ii۔ امریکہ میں عورت کا حق رائے دہی

امریکہ میں 4 جولائی 1776ء کا اعلان آزادی (The Declaration of Independence) جدید جمہوری معاشرے کے قیام کی خشتِ اول سمجھا جاتا ہے مگر اس میں بھی عورت کو بنیادی انسانی حقوق کے قابل نہیں سمجھا گیا۔ Richard N. Current کے مطابق نوآبادیاتی معاشرے کی عورت ہر طرح کے حق سے محروم تھی:-

In colonial society...a married woman had had

virtually no rights at all.... The Revolution did little to change [this]. (1)

”نوآبادیاتی معاشرے میں ایک شادی شدہ عورت کے کوئی حقوق نہ تھے اور نہ ہی انقلاب آزادی سے اس میں کوئی تبدیلی واقع ہوئی۔“

اسی طرح جب جفرسن (Jefferson) نے اعلان آزادی میں The people کا لفظ استعمال کیا تو اس سے مراد صرف سفید فام آزاد مرد تھے۔ (۲)

اور آج دوسویں بعد بھی امریکہ میں عورت مساوی آزادی و مساوات کے لئے مصروف جدوجہد ہے (۳)، کیونکہ:

The Declaration...refers to "men" or "him," not to women. (4)

جان بلم کے الفاظ میں:

[Early American men] would not accept them as equals. (5)

یہی وجہ ہے کہ 1848ء میں Seneca Falls میں ہونے والے تاریخی Declaration of New York Women's Right Convention کے لیے Elizabeth Cady Stanton نے اس بات پر زور Sentiments لکھتے ہوئے دیا کہ اعلان آزادی میں عورت کے نجی اور عمومی مطالبے بھی شامل کیے جائیں۔ (۶)

- (1) Richard N. Current et al., American History: A Survey, 7th ed. (New York: Knopf, 1987), 142.
- (2) Lorna C. Mason et al., History of the United States, vol. 1: Beginnings to 1877 (Boston: Houghton Mifflin, 1992), 188.
- (3) Milton C. Cummings and David Wise, Democracy Under Pressure: An Introduction to the American Political System, 7th ed. (Fort Worth: Harcourt Brace, 1993), 45.
- (4) James MacGregor Burns et al., Government by the People, 15th ed. (Englewood Cliffs: Prentice Hall, 1993), 117.
- (5) John M. Blum et al., The National Experience: A History of the United States, 8th ed. (Ft. Worth: Harcourt, 1993), 266.
- (6) Kerber, Women of the Republic: Intellect and Ideology in Revolutionary America (Chapel Hill: University of North Carolina Press, 1980), xii.

انیسویں صدی کی امریکہ کی عورتوں کے حقوق کی علم بردار Susan B. Anthony کو 1872ء میں صدارتی الیکشن میں ووٹ ڈالنے پر گرفتار کر لیا گیا اور ایک سو ڈالر کا جرمانہ کیا گیا کیونکہ اسے قانونی طور پر حق رائے دہی حاصل نہیں تھا۔

Susan B. Anthony نے امریکی آئین کے دیباچہ کے درج ذیل مندرجات کی روشنی میں یہ موقف اختیار کیا کہ آئین کی رو سے عورت بھی ایک فرد ہے جسے تمام آئینی حقوق حاصل ہونے چاہئیں:

"We, the people of the United States, in order to form a more perfect union, establish justice, insure domestic tranquillity, provide for the common defense, promote the general welfare, and secure the blessings of liberty to ourselves and our posterity, do ordain and establish this Constitution for the United States of America."

”ہم متحدہ ریاستوں کے عوام ریاستہائے متحدہ امریکہ کے آئین کی تشکیل اور نفاذ کرتے ہیں تاکہ زیادہ مکمل یونین تشکیل دی جاسکے، انصاف قائم ہو، داخلی امن و استحکام یقینی بنایا جائے، مشترکہ دفاع مہیا ہو، فلاح عامہ کافروغ ہو اور اپنے لیے اور آنے والی نسلوں کے لیے آزادی کی نعمت کا تحفظ کیا جائے۔“

4 جون 1919ء کو امریکی کانگریس اور سینٹ نے امریکی آئین کا 19واں ترمیمی بل منظور کیا جس میں یہ قرار پایا:

Article IXX: "The right of citizens of the United States to vote shall not be denied or abridged by the United States or by any State on account of sex."

”آئین کا 19: کوئی ریاست یا متحدہ ریاستیں ریاستہائے متحدہ امریکہ کے شہریوں کا حق رائے دہی جنس کی بنیاد پر ختم نہیں کریں گی۔“

امریکہ میں خواتین کو 1920ء تک رائے دہی کا حق حاصل نہ تھا، جب انیسویں آئینی ترمیم منظور ہوئی جس کے تحت یہ حق دیا گیا۔

iii۔ فرانس میں عورت کا حق رائے دہی

7 فروری 1848ء میں فرانس کی عبوری حکومت نے نئی جمہوریہ کے لیے درج ذیل تین حقوق کا لازمی اعتراف کیا:

۱۔ عمومی حق رائے دہی (Universal Suffrage)

۲۔ تعلیم (Education)

۳۔ روزگار (Employment)

مگر اس کے باوجود مساوی آئینی مقام حاصل کرنے کے لیے عورتوں کو کم و بیش 100 سال جدوجہد کرنا پڑی تا آنکہ 1944 میں عورتوں کو حق رائے دہی دیا گیا۔

iv۔ آسٹریلیا میں عورت کا حق رائے دہی

آسٹریلیا میں ملک گیر سطح پر خواتین کو رائے دہی کا حق 1926ء میں دیا گیا جبکہ آسٹریلیوی پارلیمنٹ کے انتخابات میں کامیابی حاصل کرنے والی پہلی خاتون Edith Cowan تھیں جو مغربی آسٹریلیا کی قانون ساز اسمبلی کی 1921ء میں رکن منتخب ہوئی۔ آسٹریلیا میں خواتین کو بتدریج حق رائے دہی ملنے کی تاریخ درج ذیل ہے:

آسٹریلیا میں عورتوں کے سیاسی حقوق:

State	Right to Vote	Right To Sit	First Woman Elected
South Australia	1894	1894	1959
Western Australia	1899	1920	1921
Commonwealth	1902	1902	1943
New South Wales	1902	1918 LA 1926 LC	1925 LA 1931 LC
Tasmania	1903	1921	1948
Queensland	1905	1918	1929
Victoria	1908	1923	1933

عورتوں کو سب سے پہلے حق رائے دہی دینے والا ملک نیوزی لینڈ تھا جس نے 1893ء میں یہ حق تفویض کیا۔

دیگر ممالک میں خواتین کے سیاسی حقوق:

Country	Right to Vote	Right to Sit	First Woman Elected
New Zealand	1893	1919	1933
Australia	1902	1902	1943
Finland	1906	1906	1907
Norway	1907/1913	1907/1913	1936
Denmark	1915	1915	1918
UK	1918/1928	1918	1918
Germany	1918	1918	1919
Czechoslovakia	1918	1918	1920
Austria	1919	1919	1919
Canada	1919	1919	1921
Netherlands	1919	1917	1918

مندرجہ بالا تفصیل سے یہ بات واضح ہے کہ آج کی جدید دنیا میں عورت کو حق رائے دہی طویل جدوجہد کے بعد بیسویں صدی میں حاصل ہو سکا جس کی مزید تائید دنیا کے ۱۴۴ ممالک میں عورت کو ملنے والے حق رائے دہی کی درج ذیل تفصیل سے ہوتی ہے:

HDI Rank	Country	Year women received right to vote
1	Norway	1907, 1913
2	Iceland	1915
3	Sweden	1861, 1921
4	Australia	1902, 1962
5	Netherlands	1919
6	Belgium	1919, 1948
7	United States	1920, 1960
8	Canada	1917, 1950
9	Japan	1945, 1947
10	Switzerland	1971
11	Denmark	1915
12	Ireland	1918, 1928



13	United Kingdom	1918, 1928
14	Finland	1906
15	Luxembourg	1919
16	Austria	1918
17	France	1944
18	Germany	1918
19	Spain	1931
20	New Zealand	1893
21	Italy	1945
22	Israel	1948
23	Portugal	1931, 1976
24	Greece	1927, 1952
25	Cyprus	1960
26	Barbados	1950
27	Singapore	1947
28	Slovenia	1945
29	Korea, Rep. of	1948
30	Czech Republic	1920
31	Malta	1947
32	Argentina	1947
33	Poland	1918
34	Seychelles	1948
35	Hungary	1918
36	Slovakia	1920
37	Uruguay	1932
38	Estonia	1918
39	Costa Rica	1949
40	Chile	1931, 1949
41	Lithuania	1921
42	Croatia	1945
43	Bahamas	1961, 1964
44	Latvia	1918
45	Saint Kitts and Nevis	1951

46	Cuba	1934
47	Belarus	1919
48	Trinidad and Tobago	1946
49	Mexico	1947
50	Antigua and Barbuda	1951
51	Bulgaria	1937
52	Panama	1941, 1946
53	Macedonia, TFYR	1946
54	Libyan Arab Jamahiriya	1964
55	Mauritius	1956
56	Russian Federation	1918
57	Colombia	1954
58	Brazil	1934
59	Belize	1954
60	Dominica	1951
61	Venezuela	1946
62	Samoa (Western)	1990
63	Saint Lucia	1924
64	Romania	1929, 1946
65	Thailand	1932
66	Ukraine	1919
67	Suriname	1948
68	Jamaica	1944
69	St. Vincent & Grenadines	1951
70	Fiji	1963
71	Peru	1955
72	Paraguay	1961
73	Philippines	1937
74	Maldives	1932
75	Turkmenistan	1927
76	Georgia	1918, 1921
77	Guyana	1953
78	Grenada	1951

79	Dominican Republic	1942
80	Albania	1920
81	Ecuador	1929, 1967
82	Sri Lanka	1931
83	Armenia	1921
84	Cape Verde	1975
85	China	1949
86	El Salvador	1939
87	Algeria	1962
88	Moldova, Rep. of	1978, 1993
89	Viet Nam	1946
90	South Africa	1930, 1994
91	Bolivia	1938, 1952
92	Honduras	1955
93	Equatorial Guinea	1963
94	Mongolia	1924
95	Gabon	1956
96	Guatemala	1946
97	Nicaragua	1955
98	Solomon Islands	1974
99	Namibia	1989
100	Botswana	1965
101	India	1950
102	Vanuatu	1975, 1980
103	Ghana	1954
104	Cambodia	1955
105	Myanmar	1935
106	Papua New Guinea	1964
107	Swaziland	1968
108	Comoros	1956
109	Lao People's Dem. Rep.	1958
110	Bhutan	1953
111	Lesotho	1965

112	Congo	1963
113	Togo	1945
114	Cameroon	1946
115	Nepal	1951
116	Zimbabwe	1957
117	Kenya	1919, 1963
118	Uganda	1962
119	Madagascar	1959
120	Haiti	1950
121	Gambia	1960
122	Nigeria	1958
123	Djibouti	1946
124	Eritrea	1955
125	Senegal	1945
126	Guinea	1958
127	Rwanda	1961
128	Benin	1956
129	Tanzania, U. Rep. of	1959
130	Côte d'Ivoire	1952
131	Malawi	1961
132	Zambia	1962
133	Angola	1975
134	Chad	1958
135	Guinea-Bissau	1977
136	Congo, Dem. Rep. of the	1967
137	Central African Republic	1986
138	Ethiopia	1955
139	Mozambique	1975
140	Burundi	1961
141	Mali	1956
142	Burkina Faso	1958
143	Niger	1948
144	Sierra Leone	1961

Notes:

1. Data refer to the year in which right to vote or stand for election on a universal and equal basis was recognized. Where two years are shown, the first refers to the first partial recognition of the right to vote or stand for election.

Source:

IPU (Inter-Parliamentary Union). 1995. Women in Parliaments 1945-1995: A World Statistical Survey. Geneva and IPU (Inter-Parliamentary Union). 2003. Correspondence on year women received the right to vote and to stand for election and year first woman was elected or appointed to parliament. March. Geneva.

ریاستِ مدینہ میں حق رائے دہی

ریاستِ مدینہ کے مقام کے ساتھ ہی حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنی سنت مبارکہ سے عورت کے حق رائے دہی کو قانونی بنیاد فراہم فرمائی۔ آپ ﷺ کی اسی سنت مبارکہ پر عمل کرتے ہوئے خلفائے راشدین نے اپنے ادوار میں خواتین کی رائے کی ریاستی معاملات میں شمولیت یقینی بنائی۔ حضور نبی اکرم ﷺ اسلام میں داخل ہونے والے مردوں سے جس طرح بیعت لیتے تھے اسی طرح عورتوں سے بھی بیعت لیتے تھے۔ قرآن حکیم عورتوں کی بیعت سے متعلق فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَى أَنْ لَا يُشْرِكْنَ
بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ
بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيَنَّ فِي مَعْرُوفٍ
فَبَايِعْنَهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (۱)

(۱) القرآن، الممتحہ، ۶۰: ۱۲

”اے نبی! جب آپ کے پاس ایمان والی عورتیں حاضر ہوں آپ سے بیعت کریں اس پر کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ کوئی بہتان گھڑ کر لائیں گی اپنے ہاتھ اور پاؤں کے درمیان اور دستور کے مطابق کسی کام میں آپ کی نافرمانی نہ کریں گی تو انہیں بیعت فرمالیا کریں اور ان کے لئے اللہ سے استغفار فرمائیں، بیشک اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے“

اسی طرح مختلف احادیث میں ہے کہ صحابیات حضور نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کرتیں:

۱۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَمْتَحِنُ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ بِهَذِهِ الْآيَةِ بِقَوْلِ اللَّهِ: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يَبَايِعْنَكَ..... إِلَى قَوْلِهِ﴾ غُفُورٌ رَحِيمٌ ﴿﴾ قَالَ عُرْوَةُ: قَالَتْ عَائِشَةُ: فَمَنْ أَقْرَبُ بِهَذَا الشَّرْطِ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ، قَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: قَدْ بَايَعْتِكَ - كَلَامًا، وَلَا وَاللَّهِ مَا مَسَّتْ يَدُهُ امْرَأَةً قَطُّ فِي الْمَبَايَعَةِ، مَا يَبَايِعُهُنَّ إِلَّا بِقَوْلِهِ: قَدْ بَايَعْتِكَ عَلَى ذَلِكَ - (۱)

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۴: ۱۸۵۶، رقم: ۴۶۰۹

۲۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۰۲۵، ۲۰۲۶، رقم: ۴۹۸۳

۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۶: ۲۷۰

۴۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۴: ۲۷۲، رقم: ۴۱۷۳

۵۔ طبرانی، المعجم الصغیر، ۱: ۳۲۷، رقم: ۵۴۱

۶۔ ابن مندہ، الایمان، ۲: ۵۲۸، رقم: ۴۹۴

۷۔ ابن مندہ، الایمان، ۲: ۵۲۸، رقم: ۴۹۴

←

”جو مسلمان عورتیں آپ ﷺ کی طرف ہجرت کر کے آئیں تو آپ ﷺ آیت ﴿اے نبی! جب آپ کے پاس ایمان والی عورتیں حاضر ہوں آپ سے بیعت کریں﴾ تا ﴿بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے﴾ کے مطابق اُن کا امتحان لیا کرتے۔ عروہ کا بیان ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ نے فرمایا کہ جو مسلمان عورتیں ان شرائط کا اقرار کرتیں تو رسول اللہ ﷺ ان عورتوں سے فرما دیا کرتے کہ میں نے تمہیں بیعت کر لیا۔ اور خدا کی قسم، بیعت کرتے وقت آپ ﷺ کے دست مبارک نے کسی عورت کا ہاتھ قطعاً نہیں چھوا۔ آپ ﷺ کا عورتوں کو بیعت کرنا صرف زبانی کلامی ہوتا کہ فرما دیتے کہ میں نے تمہیں فلاں بات پر بیعت کر لیا ہے۔“

۲۔ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں:

بایعنا النبی ﷺ، فقرأ علینا: ﴿أَنْ لَا يُشْرِكَنَّ بِاللَّهِ شَيْئًا﴾ و نهانا عن النیاحۃ، فقبطت امرأة منا یدھا، فقالت: فلانة أسعدتني، و أنا أريد أن أجزیھا، فلم یقل شیئا، فذهبت ثم رجعت، فما وفّت امرأة إلا أم سلیم، و أم العلاء، و ابنة أبی سبرة امرأة معاذ، و ابنة أبی سبرة، و امرأة معاذ۔ (۱)

----- ۸۔ مبارک پوری، تحفۃ الاحوذی، ۹: ۱۴۳، ۱۴۴

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۶: ۲۶۳۷، رقم: ۶۷۸۹

۲۔ بخاری، الصحیح، ۱: ۴۳۰، رقم: ۱۳۳۴

۳۔ بخاری، الصحیح، ۴: ۱۸۵۶، رقم: ۴۶۱۰

۵۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۴: ۶۲

۶۔ عسقلانی، فتح الباری، ۸: ۶۳۸

۷۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۴: ۳۵۴

”ہم نے حضور نبی اکرم ﷺ سے بیعت کی تو آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی:
 ”اور تم اللہ کا کسی کو شریک نہ ٹھہرانا“ اور ہمیں نوحہ کرنے سے منع فرمایا۔ چنانچہ
 ہم میں سے ایک عورت نے اپنا ہاتھ روک لیا اور عرض گزار ہوئی کہ فلاں
 عورت نے نوحہ کرنے میں میری مدد کی تھی اور میں اس کا بدلہ اتارنا چاہتی
 ہوں۔ آپ ﷺ نے کچھ نہ فرمایا، وہ چلی گئی اور پھر لوٹ کر آئی۔ یہ باتیں ام
 سلیم، ام العلاء، ابوسہرہ کی صاحبزادی اور معاذ کی بیوی کے سوا دیگر عورتوں سے
 پوری طرح نبھائی نہ جاسکیں۔“

آپ ﷺ کی اس سنت مبارکہ پر عمل خلافت راشدہ کے دور میں بھی جاری رہا
 اور رائے دہی کے معاملات میں خواتین کو بھرپور شمولیت دی گئی۔ حضرت مسور بن مخرمہؓ
 سے مروی روایت میں ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے اپنے بعد جانشین کے انتخاب کے
 لئے چھ رکنی کمیٹی تشکیل دی تو حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کو چیف الیکشن کمشنر نامزد کر دیا
 گیا۔ انہوں نے استصواب عام کے ذریعے مسلسل تین دن گھر گھر جا کر لوگوں کی آراء
 معلوم کیں جن کے مطابق بھاری اکثریت نے حضرت عثمان غنیؓ کو خلیفہ بنائے جانے
 کے حق میں فیصلہ دیا۔ اس الیکشن میں خواتین بھی شامل ہوئیں اور تاریخ میں پہلی بار ایسی
 مثال قائم کی گئی^(۱)، جبکہ آج کے دور دور میں ہم سیاسی معاملات میں عورت کی شمولیت کا
 سہرا مغرب کے سر رکھتے ہیں حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ یہ اسلام ہی تھا جس نے
 آج سے چودہ سو سال قبل عورت کو رائے حق دہی کا حق عطا کیا۔

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۶: ۲۶۳۴، ۲۶۳۵، رقم: ۶۷۸۱

۲۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۸: ۱۴۷

۳۔ طبری، تاریخ الامم والملوک، ۳: ۳۵-۳۷

۴۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۵: ۲۲۶، ۲۲۷

iii۔ متقنہ (parliament) میں نمائندگی کا حق

حضور نبی اکرم ﷺ کے عطا کردہ زریں جمہوری اصولوں پر خلفائے راشدین بھی کاربند رہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مختلف ریاستی معاملات میں خواتین سے مشاورت کی۔ ایک رات حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں لوگوں کے مسائل سے آگہی کے لئے گھوم رہے تھے کہ ایک گھر سے آپ ﷺ نے ایک عورت کے اشعار سنے جس میں وہ اپنے شوہر کی جدائی کا ذکر کر رہی تھی۔ جس کا شوہر جہاد پر جانے کی وجہ سے کافی عرصہ سے گھر سے دور تھا۔ اس معاملہ نے آپ کو پریشان کر دیا اور آپ نے واپس آتے ہی ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے اس پر مشاورت کی اور ان کے مشورہ سے مجاہدین کے گھر سے دور رہنے کی زیادہ سے زیادہ مدت چار ماہ مقرر فرمائی۔ (۱)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نظام خلافت کی تفصیل سے واضح ہوتا ہے کہ آپ کی مجلس شوریٰ میں خواتین کو بھی نمائندگی حاصل تھی۔ ایک موقع پر جب آپ نے مجلس شوریٰ سے عورتوں کے مہر کی مقدار متعین کرنے پر رائے لی تو مجلس شوریٰ میں موجود ایک عورت نے کہا آپ کو اس کا حق اور اختیار نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَإِنْ أَرَدْتُمْ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا اتَّخَذُوا أَنَّهُ بُهْتَانًا وَ إِنْ تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْبُرُوقِ فَسَبَّحُوا بِحَمْدِ اللَّهِ فِي حِلٍّ مِمَّا فَرَّغْتُمْ مِنْهُ لَدَيْكُمْ وَيَسْلُبُكُمْ مِنْهُ وَلَدٌ فَأُولَٰئِكَ يَفْعَلُونَ (۲)

”اور اگر تم ایک بیوی کے بدلے دوسری بیوی بدلنا چاہو اور تم اسے ڈھیروں مال دے چکے ہو تب بھی اس میں سے کچھ واپس مت لو۔ کیا تم ظلم و دہشت کے ذریعے اور کھلا گناہ کر کے وہ مال (واپس) لو گے؟“

اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی تجویز واپس لے لی اور فرمایا:

(۱) سیوطی، تاریخ الخلفاء: ۱۳۹

(۲) القرآن، النساء: ۲۰

امراة خاصمت عمر فخصمتہ (۱)

”ایک عورت نے عمر سے بحث کی اور وہ اُس پر غالب آ گئی۔“

دوسری روایت کے مطابق آپ ﷺ نے فرمایا:

امراة أصابته و رجل أخطأ۔ (۲)

”عورت نے صحیح بات کی اور مرد نے غلطی۔“

اس واقعہ کی رو سے یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ سیدنا عمرؓ کسی عوامی جگہ یعنی مارکیٹ، بازار وغیرہ میں ریاستی معاملہ discuss نہیں کر رہے تھے بلکہ یہ مسئلہ پارلیمنٹ میں زیر غور تھا جس کا مطلب ہے کہ عامۃ الناس کی بجائے منتخب افراد ہی اس عمل مشاورت میں شریک تھے۔ لہذا ایک خاتون کا کھڑے ہو کر بل پر اعتراض کرنے سے یہ مفہوم نمایاں طور پر اخذ ہوتا ہے کہ اس دور میں خواتین کو ریاستی معاملات میں شرکت کرنے، حکومت میں شامل ہونے اور اپنی رائے پیش کرنے کا اختیار حاصل تھا۔ مزید برآں حضرت عمرؓ کا بل واپس لے لینا اور اپنی غلطی کا اعتراف کر لینا اس بات کا بین ثبوت ہے کہ اسلام میں جنسی امتیاز کے لئے کوئی جگہ نہیں اور مرد و زن کو یکساں حقوق حاصل ہیں۔

ثانیاً اس واقعہ سے اسلامی ریاست کے آئینی و قانونی معاملات چلانے کے بارے میں بھی ہدایات ملتی ہیں، اسلامی ریاست میں بل پارلیمنٹ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے اور پھر ہر رکن پارلیمنٹ اس کے بارے میں اپنی رائے دیتا ہے۔ اگر مخالفت میں دلائل ٹھوس اور مضبوط ہوں تو بل واپس بھی لیا جاتا ہے ورنہ باہمی اتفاق رائے سے وہ بل قانون بنا دیا جاتا ہے، اور دور جدید میں یہی طریقہ کار جمہوریت کہلاتا ہے۔

iv۔ عورت بطور سیاسی مشیر

اسلام سے قبل خواتین کو کسی بھی سماجی یا سیاسی کردار کا اہل نہیں سمجھا جاتا تھا۔

(۱) عبدالرزاق، المصنف، ۶: ۱۸۰، رقم: ۱۰۴۲۰

(۲) شوکانی، نیل الاوطار، ۶: ۱۷۰

اسلام نے عورت کو سماجی و معاشرتی زندگی میں پر وقار عطا کیا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنی سنت مبارکہ سے خواتین سے مشاورت کی تعلیم دی۔ آغازِ نبوت میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا کردار اس کی واضح نظیر ہے۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے معاہدہ کے بعد ظاہری صورت حال کے پیش نظر مغموم تھے، آپ ﷺ نے جب انہیں ارشاد فرمایا:

قوموا فانحروا ثم احلقوا۔ (۱)

”کھڑے ہو جاؤ اور قربانی کرو اور بال کٹواؤ۔“

تو صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کوئی بھی کھڑا نہ ہوا۔ اس پر آپ ﷺ اپنی قیام گاہ پر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور ان سے مشورہ کیا تو حضرت ام سلمہ نے آپ ﷺ کو مشورہ دیتے ہوئے فرمایا:

یا نبی اللہ: اتحب ذلك اخرج اليهم ثم لا تكلم احدا منهم

كلمة حتى تنحر بدنك، و تدعو حالكك، فيحلقك فخرج،

فلم يكلم احدا منهم حتى فعل ذلك نحر بدنه و دعا حالقه

فحلقه، فلما رأوا ذلك قاموا فنحروا، و جعل بعضهم يحلق

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۲: ۹۷۸، رقم: ۲۵۸۱

۲۔ ابوداؤد، السنن، ۳: ۸۵، رقم: ۲۷۶۵

۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۳۳۰

۴۔ عبدالرزاق، المصنف، ۵: ۳۳۰، رقم: ۹۷۲۰

۵۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۷: ۳۸۹، رقم: ۳۶۸۵۵

۶۔ ابن جارود، المستقی، ۱۳۳: ۵۰۵، رقم: ۵۰۵

۷۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۵: ۲۱۵

۸۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۹: ۲۲۰

۹۔ طبرانی، المعجم، الکبیر، ۲۰: ۱۴، رقم: ۱۳

بعض حتی کاد بعضهم یقتل بعض غملا (۱)

”اے نبی اللہ! کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ وہ آپ کے حسب حکم قربانی کریں اور سرمٹوائیں..... (تو پھر) آپ ﷺ ان کی طرف تشریف لے جائیں اور ان میں سے کسی سے بھی گفتگو نہ کریں بلکہ اپنی قربانی کا جانور ذبح فرمائیں۔ اور حجام کو بلائیں جو آپ ﷺ کے بال کاٹے گا۔ اس پر آپ ﷺ باہر تشریف لے گئے اور آپ ﷺ نے کسی سے کلام نہ فرمایا بلکہ اسی طرح کیا یعنی قربانی کا جانور ذبح کیا اور حجام کو بلایا جس نے آپ ﷺ کے بال کاٹے جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ دیکھا تو کھڑے ہو گئے اور قربانی کرنے لگے اور ایک دوسرے کے بال بنانے لگے۔ حالانکہ ان کی شدت غم کا یہ عالم تھا کہ گویا ایک دوسرے کو (اس غم سے) قتل کر دیتے۔“

صلح حدیبیہ کے موقع پر آپ ﷺ کا ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مشورہ کرنا صابریہ الرائے خواتین سے مشاورت کا اصول بیان کرتا ہے۔ (۲)

آپ ﷺ کی اس تعلیم پر خلفائے راشدین بھی عمل پیرا رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عسکری خدمات انجام دینے والے افراد کے گھر سے باہر رہنے کی مدت کا تعین ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے مشورہ سے کیا۔

۷۔ انتظامی ذمہ داریوں پر تقرری کا حق

مسلم معاشرے میں خواتین کو صرف مجلس شوریٰ کی رکنیت کا حق ہی حاصل نہیں تھا بلکہ وہ مختلف انتظامی ذمہ داریوں پر بھی فائز رہیں مثلاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شفا بنت

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۲: ۹۷۸، رقم: ۲۵۸۱

۲۔ عبدالرزاق، المصنف، ۵: ۳۴۰، رقم: ۹۷۲۰

۳۔ طبری، تاریخ الامم والملوک، ۲: ۶۳۷

۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۱: ۲۲۵، رقم: ۴۸۷۲

۵۔ ابن حزم، الاحکام، ۴: ۴۲۷

(۲) ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۶: ۲۷۵

عبداللہ عدویہ کو بازار کا نگران مقرر کیا تھا۔ وہ قضاء الحسبہ (Accountability Court) اور قضاء سوق (Market Administration) کی ذمہ دار تھیں۔

شفاء بڑی سمجھ دار اور با صلاحیت خاتون تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کی رائے کو مقدم رکھتے تھے اور پسند فرمایا کرتے تھے اور دوسروں پر فضیلت دیتے تھے۔ (۱)

حضرت سمراء بنت زہیک اسدیہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ مبارک پایا تھا اور کافی عمر رسیدہ تھیں۔ وہ جب بازار میں سے گزرتیں تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتی تھیں۔ ان کے پاس ایک کوڑا تھا جس سے ان لوگوں کو مارتی تھیں جو کسی برے کام میں مشغول ہوتے۔ (۲)

vi۔ سفارتی مناصب پر فائز ہونے کا حق

ریاستی معاملات میں عورت کے کردار پر اسلام کے اعتماد کا نتیجہ تھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں ۲۸ھ میں حضرت اُم کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما کو ملکہ روم کے دربار میں سفارتی مشن پر بھیجا۔

بعثت اُم کلثوم بنت علی بن ابی طالب اِلیٰ ملکہ الروم بطیب و
مشارب و احفاش من احفاش النساء و جاعت امرأة هرقل و
جمعت نساعها و قالت: هذه هدية امرأة ملك العرب و بنت
نسیہم۔ (۳)

”حضرت اُم کلثوم بنت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہما کو روم کی ملکہ کی طرف
خوشبو، مشروبات اور عورتوں کے سامان رکھنے کے صندوقے دے کر بھیجا گیا۔
..... آپ کے استقبال کے لیے ہرقل کی زوجہ آئی اور اس نے (روم کی)

(۱) ۱۔ ابن حزم، المحلی، ۹: ۴۲۹

۲۔ ابن عبد البر، الاستیعاب بر حاشیہ الاصابہ، ۴: ۳۴۱

(۲) ابن عبد البر، الاستیعاب بر حاشیہ الاصابہ، ۴: ۳۳۵

(۳) طبری، تاریخ الامم والملوک، ۲: ۶۰۱

خواتین کو جمع کیا اور کہا: یہ تھے عرب کے بادشاہ کی بیوی اور ان کے نبی کی بیٹی لے کر آئی ہیں۔“

اس طرح آپ نے سفارتی مناصب پر عورتوں کی تقرری کی نظیر قائم فرمائی۔

vii۔ ریاست کی دفاعی ذمہ داریوں میں نمائندگی کا حق

حضور نبی اکرم ﷺ کے دور مبارک میں عورتیں جہاد میں برابر حصہ لیتی تھیں۔ آپ ﷺ نے عورتوں کو جہاد میں حصہ لینے کی حوصلہ افزائی فرمائی، عورتوں کی یہ حیثیت اسلامی معاشرے میں ان کے فعال کردار اور نمایاں مقام کا مظہر ہے:

عن انس قال: دخل رسول الله ﷺ على ابنة ملحان فاتكأ عندھا،

ثم ضحك، فقالت: لم تضحك يا رسول الله؟ فقال: ناس من

امتی یركبون البحر الأخضر فی سبیل الله، مثلهم مثل الملوك

على الاسرة۔ فقالت: يا رسول الله، ادع الله ان يجعلني منهم۔

قال: اللهم اجعلها منهم، ثم عاد فضحك فقالت له مثل أو مم

ذلك؟ فقال لها مثل ذلك، فقالت: ادع الله ان يجعلني منهم ۔

قال: انت من الاولين ولست من الاخرين ۔ قال انس: فتروجت

عبادة بن الصامت فركبت البحر مع بنت قرظة، فلما قفلت،

ركبت دأبتها فوقصت بها فسقطت عنها فماتت۔ (۱)

”حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بنت ملحان رضی اللہ عنہا کے گھر

جلوہ افروز ہوئے تو ٹیک لگائی اور سو گئے پھر ہنسے تو انہوں نے دریافت کیا: یا

رسول اللہ! آپ کو کس چیز نے ہنسایا ہے؟ فرمایا، میری امت کے کچھ افراد راہ

خدا میں اس سبز سمندر پر سواری کر رہے ہیں۔ ان کی مثال ایسی ہے جیسے بادشاہ

اپنے تختوں پر بیٹھے ہیں۔ عرض گزار ہوئیں: یا رسول اللہ! دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ

(۱) بخاری، ۱، ص ۱۰۵۵، رقم: ۲۷۲۲

مجھے ان میں شمار فرمالے۔ آپ ﷺ نے دعا کی: اے اللہ! اسے ان میں شامل فرمالے۔ آپ ﷺ پھر سو گئے اور پھر بنسے اور پھر اسی طرح پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے پہلے کی طرح جواب دیا۔ انہوں نے التجا کی کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے، مجھے اس گروہ میں شامل فرمالے۔ فرمایا تمہارا شمار پہلے گروہ میں ہے نہ کہ دوسرے میں، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد انہوں نے حضرت عبادہ بن صامت سے نکاح کر لیا پھر یہ (حضرت معاویہ کی بیوی) بنت قرظہ کے ہمراہ بحری سفر پر نکلیں جب واپس لوٹیں تو اپنے جانور پر سوار ہونے لگیں لیکن اس سے گر پڑیں اور جاں بحق ہو گئیں۔“

عن انس قال: لما كان يوم احد انهزم الناس عن النبي ﷺ قال: ولقد رأيت عائشة بنت ابي بكر و ام سليم و انهما لمشمرتان، اري خدما سوقهما، تنقزان القرب و قال غيره: تنقلان القرب على متونهما، ثم تفرغانه في أفواه القوم ثم ترجعان فتملاّنها ثم تحيّتان فتنفرغانها في أفواه القوم۔ (۱)

”حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب جنگ احد میں لوگ حضور نبی اکرم ﷺ سے دور ہو گئے تو میں نے حضرت عائشہ بنت ابوبکر اور حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ دونوں نے اپنے دامن سمیٹے ہوئے ہیں اور میں ان کے پیروں کی پازیب دیکھ رہا تھا دونوں اپنی پیٹھ پر پانی کی مشکیں لاتیں اور پیاسے مسلمانوں کو پلائی تھیں پھر لوٹ جاتیں اور مشکیزے بھر کر لاتیں اور پیاسے مسلمانوں کو پلاتیں۔“

قال ثعلبة بن ابي مالك: ان عمر ابن الخطاب قسم مروطا بين نساء من نساء المدينة فبقى مروط جيد، فقال له بعض من عنده: يا أمير المؤمنين اعط هذا ابنة رسول الله ﷺ التي عندك يريدون

(۱) بخاری، الصحیح، ۳: ۱۰۵۵، رقم: ۲۷۲۳

ام کلثوم بنت علی، فقال عمر: أم سلیط احق و ام سلیط من نساء الانصار ممن بايع رسول الله ﷺ قال عمر: فانها كانت تزفر لنا القرب يوم احد۔ (۱)

”ثعلبہ بن ابوما لک روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب ؓ نے مدینہ منورہ کی مستورات میں کچھ چادریں تقسیم کی تھیں۔ ایک عمدہ چادر باقی بچی رہی۔ حاضرین میں سے کسی نے کہا اے امیرالمومنین! یہ رسول اللہ ﷺ کی اس صاحبزادی کو دے دیجئے جو آپ کے حرم میں ہے۔ ان کی مراد ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہا سے تھی۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ ام سلیط زیادہ حقدار ہیں اور ام سلیط انصار کی ان عورتوں میں سے ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی تھی اور یہ اس لئے بھی زیادہ حقدار ہیں کہ جنگ احد میں ہمارے لئے مشک بھر کر لاتی تھیں۔“

عن انس قال كان رسول الله ﷺ يغزوبأم سليم و نسوة معها من الانصار يسقين الماء ويداوين الجرحى۔ (۲)

”حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ام سلیم اور کچھ انصاری خواتین کے ہمراہ جہاد فرماتے تھے یہ خواتین پانی پلاتی تھیں اور زخموں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔“

عن ام عطية قالت غزوت مع رسول الله ﷺ سبع غزوات اخلفهم في رحالهم فاصنع لهم الطعام و اداوى الجرحى و اقوم على المرضى۔ (۳)

(۱) بخاری، الحج، ۳: ۱۰۵۶، رقم: ۲۷۲۵

(۲) اترمذی، السنن، ۴: ۱۳۹، رقم: ۱۵۷۵

۲۔ ابوداؤد، السنن، ۳: ۱۸، رقم: ۲۵۳۱

۳۔ ابن حبان، الحج، ۱۱: ۲۶، رقم: ۴۷۲۳

(۳) مسلم، الحج، ۳: ۱۴۷، رقم: ۱۸۱۲

”حضرت اُم عطیہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سات جہاد کیے میں غازیوں کی منزلوں میں ان کے پیچھے رہتی تھی ان کے لئے کھانا پکاتی تھی زخیوں کی مرہم پٹی کرتی تھی اور بیماروں کے علاج کا انتظام کرتی تھی۔“

حضور اکرم ﷺ کے دور مبارک میں ایسی خواتین کا تذکرہ ملتا ہے جنہوں نے بے مثال عسکری خدمات انجام دیں حضرت عائشہؓ اور حضرت نسیمہ بنت کعب نے غزوہ احد میں شرکت کی، صفیہ بنت عبدالمطلب نے غزوہ خیبر میں یہودی کو قتل کیا۔ ازہہ بنت الحارث نے اہل بیسان کے خلاف لڑائی میں حصہ لیا۔ ام عطیہ الانصاریہ نے آپ ﷺ کے ساتھ سات غزوات میں شرکت کی۔ ام حکیم بنت الحارث روم کے خلاف معرکے میں شریک تھیں۔ یہی نہیں، کتب تاریخ بے شمار دیگر خواتین کے عسکری کردار کا تذکرہ بھی پیش کرتی ہیں۔ (۱)

viii- عورت کا حق امان دہی

عورت کے ریاستی کردار کا نمایاں اظہار اسے آپ ﷺ کی طرف سے عطا کردہ حق امان دہی سے بھی ہوتا ہے۔

۱۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر ابوالعاص بن الربیع کو امان دی جسے آپ ﷺ نے برقرار رکھا۔ (۲)

۲۔ حضرت ام ہانی بنت ابی طالب نے اپنے دیوروں میں سے دو اشخاص کو امان دی اور رسول اکرم ﷺ نے ان کی امان کو بھی برقرار رکھتے ہوئے فرمایا:

قد اَمَّنَا مِنْ اَمْنَتِ (۳)

(۱) ۱۔ واقدی، المغازی، ۲: ۵۷۴

۲۔ بیہقی، دلائل النبوة، ۲: ۱۳۷

۳۔ بلازری، انساب الاشراف، ۱: ۳۲۶

(۲) ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۱: ۶۵۷

(۳) ۱۔ ترمذی، السنن، ۴: ۱۴۱، رقم: ۱۵۷۹

۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۶: ۳۳۱، رقم: ۲۶۹۳۶

” (اے اُم ہانی!) جس کو تم نے امان دی اس کو ہم نے بھی امان دی۔“

۳۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ الْمَرْأَةَ تَأْخُذُ لِلْقَوْمِ، يَعْنِي تَجِيرُ عَلَى الْمُسْلِمِينَ (۱)

”عورت پوری قوم کے لئے امان دے سکتی ہے یعنی مسلمانوں کی طرف سے امان دے سکتی ہے۔“

۴۔ عورت کی امان کا صحیح ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے زمانہ میں ایک عام بات تھی۔ یہاں تک کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

إِنَّ كَانَتْ الْمَرْأَةُ لِتَجِيرَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ فَيَجُوزُ (۲)

”اگر کوئی عورت (مسلمانوں کی مصلحت کے خلاف بھی) کسی کو امان دے دے تو جائز ہے۔“

ix۔ مسلم معاشرے میں عورت کا کردار

یہ عورت کو اسلام کی عطا کردہ عزت اور تکریم ہی تھی جس سے وہ معاشرے کا ایک موثر اور باوقار حصہ بن گئی اور اس نے زندگی کے ہر شعبے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ سیاسی و انتظامی اور سفارتی کردار کے علاوہ تعلیم و فن کے میدان میں بھی عورتیں نمایاں مقام کی حامل تھیں۔ روایت حدیث، قرأت و کتابت، شعر و ادب اور دیگر علوم و فنون میں بھی بے شمار خواتین مہارت اور سند کا درجہ رکھتی تھیں (۳)، جن سے کچھ کا ذکر ذیل میں دیا گیا ہے:

(۱) ۱۔ ترمذی، السنن، ۴: ۱۴۱، رقم: ۱۵۷۹

۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۳۶۵

(۲) ابوداؤد، السنن، ۳: ۸۴، رقم: ۲۷۶۴

(۳) ۱۔ طبری، تاریخ الامم والملوک، ۴: ۲۶۰

۲۔ ابن عبد البر، الاستیعاب بر حاشیہ الاصابہ، ۴: ۳۳۵

- | نمبر شمار | نام | کردار شہرت |
|-----------|-------------------------------|--|
| ۱۔ | اُم المؤمنین حضرت عائشہ | روایت حدیث، فقہ و قانون، تاریخ، علم الانساب، شعر، طب، علم نجوم |
| ۲۔ | اسماء بنت ابی بکر | روایت حدیث |
| ۳۔ | اُم عبداللہ بن زبیر | روایت حدیث |
| ۴۔ | شفاء العدویہ | قرات و کتابت کی ماہر، ام المؤمنین حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما کی (قبل از شادی) معلمہ |
| ۵۔ | عائشہ بنت طلحہ | شعروادب، نجوم، علم الافلاک کی ماہرہ |
| ۶۔ | سیکنہ بنت حسین رضی اللہ عنہما | شعروادب کی ماہرہ |
| ۷۔ | ولادہ بنت سکنی الیادی | شعروادب کی ماہرہ |
| ۸۔ | علیہ بنت مہدی | شعروادب کی ماہرہ |
| ۹۔ | حمرہ بنت زیادت | شعروادب کی ماہرہ |
| ۱۰۔ | خنساء | شعروادب کی ماہرہ |
| ۱۱۔ | عائشہ الباعونیہ | شعروادب کی ماہرہ |
| ۱۲۔ | میمونہ بنت سعد | روایت حدیث (حضرت علی ؑ نے ان سے روایت کی ہے) |
| ۱۳۔ | کریمہ مروزیہ | روایت حدیث، امام بخاری نے ان سے اخذ حدیث کیا |
| ۱۴۔ | ام فضل کریمہ بنت عبد الوہاب | محدثہ، مؤرخ محمد بن ابی شامہ کی (علم حدیث میں) معلمہ |
| ۱۵۔ | فاطمہ بنت عباس | عالمہ، فقیہہ، واعظہ، مصردمشق میں بڑا اثر تھا |
| ۱۶۔ | فاطمہ حمرانیہ | محدثہ |

- ۱۷۔ اخت مزنی امام شافعی سے کسب علم کیا، مرافعی نے ان سے مسائل زکوٰۃ بیان کئے
- ۱۸۔ نفیسہ بنت حسن بن زید بن عالمہ حسن بن علی بن ابی طالب
- ۱۹۔ ہجیمہ بنت جی تابعین میں سے ہیں، محدثہ، ترمذی و ابن ماجہ نے ان سے روایت کی
- ۲۰۔ فخر النساء سیدہ شہیدہ (۵ھ) ادب اور تاریخ اسلامی کی ماہرہ اور معلمہ
- ۲۱۔ سیدہ عائشہ بنت احمد بن عالمہ، فاضلہ، ماہر کتابت قادم اندلسیہ
- ۲۲۔ لبنی لغت و نحو کی عالمہ
- ۲۳۔ فاطمہ بنت علی بن حسین بن فقہ حنبلی کی ماہرہ، معاصر علماء نے ان سے قراۃ کی حمزہ اور سند دارمی کی اجازت لی
- ۲۴۔ رابعہ قسیسہ عدویہ واعظہ، حسن بصری نے بھی ان سے استفادہ کیا
- ۲۵۔ سارہ بنت عمر بن عبدالعزیز محدثہ
- ۲۶۔ ام ایمن حبشیہ عالمہ، فاضلہ
- ۲۷۔ شفاء بنت عبداللہ عدویہ روایت حدیث کی ماہرہ
- ۲۸۔ درہ بنت ابی لہب محدثہ، شاعرہ
- ۲۹۔ فاطمہ بنت قیس عالمہ، فقیہہ
- ۳۰۔ اسماء بنت ابی بکر علم طب کی ماہرہ
- ۳۱۔ فریجہ بنت مالک محدثہ، مجاہدہ
- ۳۲۔ سلمی بنت قیس انصاریہ علم طب کی ماہرہ
- ۳۳۔ زینب بنت ابی سلمہ محدثہ، فقیہہ، عالمہ
- ۳۴۔ ام کلثوم بنت عقبہ امویہ کاتبہ، قاریہ، روایہ و محدثہ
- ۳۵۔ صفیہ بنت عبدالمطلب شاعرہ

- ۳۶۔ ام سنان اسلمیہ محدثہ
 ۳۷۔ ام فضل بنت حارث محدثہ، راویہ، فقیہہ
 ۳۸۔ سیدہ شریفہ فاطمہ یمن، صنعاء و نجران کی والیہ
 ۳۹۔ شفاء بنت عبداللہ مخزومیہ حضرت عمر نے انہیں عدالتی ذمہ داری، قضاء الحسبہ (accountability court) اور قضاء السوق (market administration) پر فائز کیا۔
 ۴۰۔ ام خلیفہ مقتدر سربراہ محکمہ استئناف (appellant court)، بغداد
 ۴۱۔ سیدہ اروی بنت احمد بن محمد 5ھ کے اواخر میں یمن کی حاکمہ تھیں، 'الملک الاکرم' کی زوجہ
 ۴۲۔ سیدہ حنیفہ خانون سلطان صلاح الدین کی بھتیجی 634ھ میں حلب کی والیہ رہیں
 ۴۳۔ 80 سے زائد خواتین محدثات، ابن عساکر نے ان سے روایت کی (۱)
 دفاعی اور جنگی مہمات میں حصہ لینے والی نمایاں خواتین درج ذیل ہیں:

نمبر شمار	نام	وجہ شہرت
۱۔	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا	غزوہ احد میں شرکت

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۷: ۱۴۴، ۱۴۵

۲۔ مسلم، الصحیح، ۸: ۲۸

۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، رقم: ۲۰۳۸

۴۔ ابن ماجہ، السنن: ۱۶۳۵

۵۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۸: ۴۵-۴۸

۶۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۲: ۳۳۰

۷۔ بیہقی، دلائل النبوة، ۵: ۴۱۶، ۴۱۷

←

- ۲۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا غزوہ احد میں شرکت
- ۳۔ صفیہ بنت عبد المطلب غزوہ خیبر میں یہودی کو قتل کیا (حضور ﷺ کی پھوپھی)
- ۴۔ ام الخیر بنت حریش باریقہ جنگی اور دفاعی مہمات میں شرکت
- ۵۔ زرقاء بنت عدی بن قیس جنگی اور دفاعی مہمات میں شرکت
- ہمزانیہ
- ۶۔ عکرمہ بنت اطرش جنگی اور دفاعی مہمات میں شرکت
- ۷۔ اُم سنان بنت حشیمہ بن جنگی اور دفاعی مہمات میں شرکت
- خرشہ مدحیہ
- ۸۔ ازہرہ بنت حارث بن کلدہ ایک لشکر کی قیادت اور اہل بیسان سے لڑائی
- ۹۔ ام عطیہ انصاریہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سات غزوات میں شرکت
- ۱۰۔ امیہ بنت قیس قفاریہ غزوہ خیبر میں شرکت
- ۱۱۔ ام حکیم بنت حارث روم کے خلاف معرکے میں شرکت
- ۱۲۔ ام ایمن حبشیہ غزوہ احد، غزوہ خیبر و حنین، سریہ موتہ میں شرکت

۸۔ بیہقی، دلائل النبۃ، ۶: ۱۸۱، ۱۸۲

۹۔ بیہقی، دلائل النبۃ، ۷: ۱۸۹

۱۰۔ ابن عبد البر، الاستیعاب، ۴: ۲۹۱، ۳۳۳، ۴۴۴

۱۱۔ نووی، تہذیب الاسماء واللغات، ۱: ۱۴۲، ۱۴۳

۱۲۔ ابن اثیر، اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابہ، ۵: ۴، ۴۵۰، ۵۴۰

۱۳۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۵: ۷۸

۱۴۔ عسقلانی، الاصابہ فی تمییز الصحابہ، ۴: ۲۹۱، ۳۱۱، ۳۳۳

۱۵۔ عسقلانی، تہذیب التہذیب، ۱۲: ۴۲۱، ۴۲۸، ۴۷۷

۱۶۔ ملا علی قاری، عمدۃ القاری، ۱: ۲۸

۱۷۔ زرقانی، شرح المواہب اللدنیہ، ۴: ۲۷۹-۲۸۱

- ۱۳۔ ام سلیم بنت ملحان غزوہ خیبر و حنین میں شرکت
 ۱۴۔ ام حرام بنت ملحان پہلی بکری مجاہدہ
 ۱۵۔ حمہ بنت جحش غزوہ احد میں شرکت
 ۱۶۔ اسماء بنت عمرو انصاریہ حدیبیہ و غزوہ خیبر میں شرکت
 ۱۷۔ ربیع بنت معوذ انصاریہ غزوہ بدر میں شرکت
 ۱۸۔ نسیم بنت کعب انصاریہ غزوہ احد، غزوہ بنی قریظہ، حدیبیہ، غزوہ خیبر، غزوہ حنین و یمامہ میں شرکت
 ۱۹۔ ام سفیان اسلمیہ غزوہ تبوک میں شرکت (۱)

(۱) ۱۔ بخاری، الجامع الصحیح، ۸: ۴۰۸

۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، رقم: ۱۶۴۵

۳۔ واقدی، المغازی، ۱: ۲۳۹، ۲۵۰

۴۔ واقدی، المغازی، ۲: ۵۷۴

۵۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۸: ۴۱۵

۶۔ بیہقی، دلائل النبوة، ۲: ۷۱۲

۷۔ ابونعیم، حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء، ۲: ۶۴

۸۔ نووی، تہذیب الاسماء و اللغات، ۱: ۲۱۲

۹۔ بلاذری، انساب الاشراف، ۱: ۳۲۶

۱۰۔ عسقلانی، فتح الباری، ۸: ۳۰

۱۱۔ شوکانی، در السحاب، ۵۵۶

۱۲۔ قلتشیدی، صبح الاشی، ۱: ۲۳۸-۲۵۸